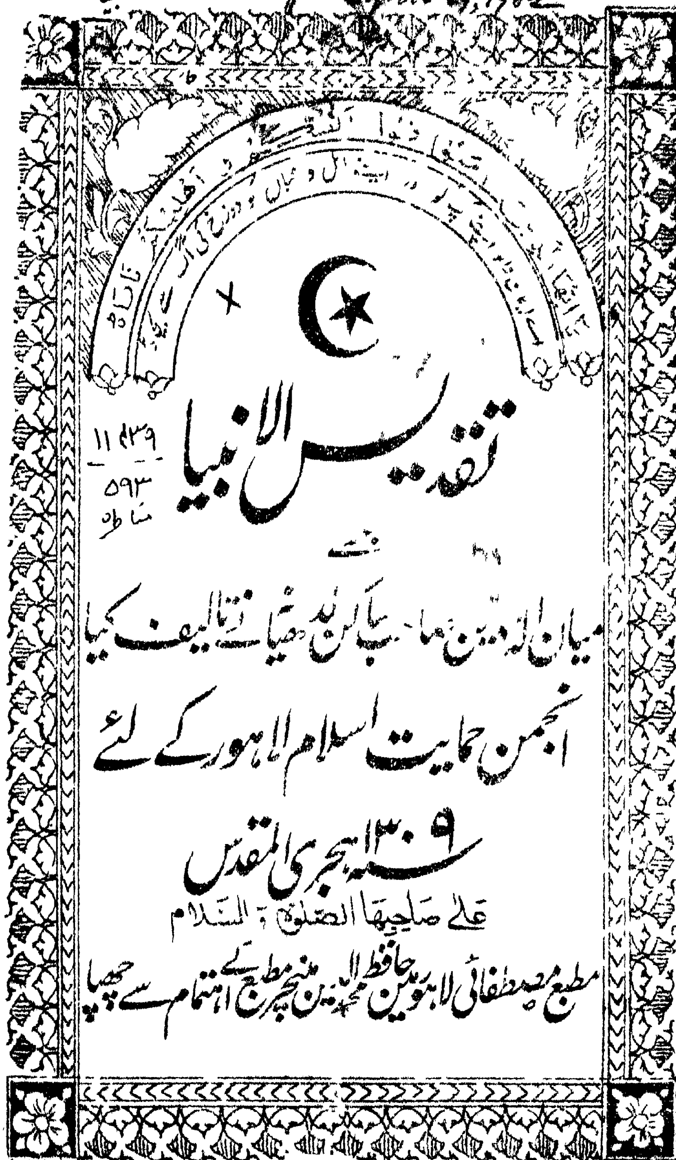


تقدیس الانبیا

جسے

میاں الہ دین صاحب ساکن لدھیانہ نے تالیف کیا

انجمن حمایت اسلام لاہور کے لئے

سنہ ۱۳۰۹ ہجری المقدس

علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

مطبع مصطفائی لاہور میں حافظ الہ دین منیجر مطبع کے اہتمام سے چھپا

دفعہ ۱ تعداد جلد [illegible] قیمت فی جلد [illegible]

انجمن حمایت اسلام لاہور

اس وحدہ لاشریک لہ کی شان دیکھو۔ کہ اپنی قدرت۔ اپنی عظمت۔ اپنا جلال کیسے عجیب اور حیرت انگیز انقلابوں سے ظاہر کرتا ہے چنانچہ دین اسلام کے وہ مخلص پیرو بندے جو اپنی اعلےٰ درجے کی دینداری۔ لیاقت۔ فضیلت حسن اخلاق وغیرہ خوبیوں کے باعث آج کل کی معدن علوم ہونے کی مدعی قوموں کے بھی استاد تھے۔ انہیں کی نسلیں آج جاہل مطلق بے ہنر محض اور اپنے سچے مذہب کے مقدس اصولوں کی پابندی سے کوسوں دور ہیں۔ ان کی جہالت کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ بت پرست قومیں جن کے پاس اپنے مذہب کی حقیقت کی کوئی بھی عقلی و نقلی دلیل نہیں۔ علانیہ اسلام کی تردید کے واسطے کھڑی ہوتی ہیں۔ اور ہمیں اپنی بے علمی او رنالیاقتی سے ان کے جواب دینے کی بھی جرات نہیں۔ عیسائی جن کے موجودہ طریق کو ایک تھوڑی سی عقل کا آدمی بھی غلط ثابت کرسکتا ہے۔ وہ ہمارے خاتم المرسلین کی نسبت سینکڑوں جھوٹے اور لغو بہتان باندھ کر عام لوگوں کے سامنے سناتے ہیں۔ مگر افسوس کہ ہم ان کے لچر اور پوچ اعتراضوں کے جواب دینے سے بھی قاصر رہتے ہیں۔ یہ باتیں تو رہیں درکنار مشن سکولوں میں ہمارے شافع المذنبین صلعم اور ہمارے دین کی نسبت وہ نالائق الفاظ ہمارے لڑکوں کی زبان سے نکلوائے جاتے ہیں جن کا سننا بھی جائز نہیں۔ مگر یہ ہماری بے غیرتی۔ کہ ہم اپنے لڑکوں کو اس آفت سے بچانے کا بندوبست نہیں کرتے۔ ہماری لڑکیوں کے عقائد بگاڑنے اور انہیں ناجائز آزادی سکھانے کو کبھی روپے پیسے کا لالچ دیکر کبھی پڑھانے کا ڈھنگ ڈال کر کبھی دستکاری سکھانے کا وعدہ دے کر عیسائی عورتیں جن سے پردہ کرنا ویسا ہی ضروری ہے۔ جیسا مردوں سے۔ ہمارے گھروں میں آتی ہیں۔ مگر واسترے نادانی۔ کہ ہم ان نقصوں کے مٹانے اور اپنی لڑکیوں کو ان گمراہ کرنے والی عورتوں کے ہاتھوں سے بچانے کی ہمت نہیں کرتے۔ بے ہنری کا نتیجہ ہمیں یہ ملا۔ کہ جتنے رذیل پیشے ہیں۔ وہ آج ہمارے قبضے میں ہیں۔ چور۔ اچکے۔ مفلس۔ قلاش جتنے ہیں۔ اکثر مسلمان۔ ہیجڑے۔ کنچن۔ بھانڈ۔ ڈوم۔ کل مسلمان۔ ان پڑھ۔ جاہل۔ بے ادب۔ گستاخ بھی ہیں۔ تو یہی مسلمان۔ دنیاوی علوم کون نہیں پڑھتے۔ اعلےٰ عہدوں پر کون ترقی نہیں کرتے۔ اپنی جائداد یں کون بیچتے جاتے ہیں۔ یہی ہمارے بھائی مسلمان۔ اسلام کے پاک اصولوں کی پیروی چھوڑنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ جن قوموں کو انسانی لباس میں آئے ہوئے کچھ مدت نہیں گزری۔ ان کا دل آزار مقولہ اہل اسلام کی موجودہ حالت کے لحاظ سے یہ ہے کہ اسلام انسانی نسلوں کے حق میں فائدہ رساں نہیں ہے۔ غرض دینی اور دنیوی دونوطرح کی حالت میں توپست و ذلیل ہو رہے ہیں۔ مگر باوجود اس کے ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ اور بجائے اس حالت سے نکلنے کی بجائے فرقہ فرقہ بنکر ایک دوسرے کی تخریب کے درپے ہیں۔ بلکہ اپنے ہاتھوں اپنے مسلمان بھائیوں کی بیخ کنی کرکے اسلام ہی کو صدمہ پہنچا رہے ہیں۔ اور لطف یہ کہ اس بات کو دین کی ترقی کا باعث سمجھتے ہیں۔ افسوس! افسوس!!

مندرجہ بالا نقصوں کے دور کرنے کے واسطے لاہور میں **انجمن حمایت اسلام** قائم ہوئی ہے جس کے مقاصد یہ ہیں

اول مخالفین مذہب مقدس اسلام کے جواب تحریری یا تقریری تہذیب کے ساتھ دینے۔ **دوم** مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کا تعلیم کا انتظام کرنا تاکہ وہ غیر مذہب والوں کی مذہبی تعلیم کے اثر سے محفوظ رہیں **سوم** مفلس و یتیم لاوارث بچوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرنا تاکہ وہ اپنے دین و مذہب کو چھوڑ کر گمراہی اور عذاب آخرت میں گرفتار نہ ہوں۔ **چہارم** اہل اسلام کو اصلاح طرز معاشرت اور تہذیب اخلاق اور تحصیل علوم دینی و دنیوی اور باہمی اتحاد و اتفاق کا شوق دلانا۔ **پنجم** گورنمنٹ انگلشیہ کی وفاداری کے نتائج حسنہ سے اہل اسلام کو آگاہ کرنا۔ **ششم** ان مقاصد اور اغراض کے پورا کرنے کے لیے واعظوں کے تقرر۔ رسالے کے اجرا اور دیگر وسائل کو عمل میں لانا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الٰہی تیرے احسان کا شکر کہ تو نے اپنے فضل و کرم سے ہماری ہدایت کے لئے انبیائے پاک کو مبعوث کیا اور اُن کو ایسے چال چلن کا نمونہ ہمارے لئے مقرر کیا گویا انکے رویے اور طریقے کو ہماری نجات کا ذریعہ ٹھیرایا +

بعد حمد و صلوٰۃ کے خادم علمائے دین متین فقیر اللہ دین ابن کریم بخش مرحوم و مغفور لدھیانوی جملہ ارباب دانش کی خدمت فیضدرجت میں عرض پرداز ہے کہ ایک رسالہ بنام نبی معصوم مطبوعہ مشن پریس لدھیانہ ۱۸۷۹ء میری نظر سے گذرا اُس رسالے میں انبیاء علیہم السلام کو ازروے قرآن شریف عیاذاً باللہ گنہگار قرار دیا ہے اور صرف حضرت مسیح علیٰ نبینا علیہ السلام کو پاک اور معصوم ثابت کیا ہے +

علاوہ ازیں ایک اشتہار بھی اس رسالے کے متعلق اخبار نور افشان نمبر ۱۲ جلد ۹ میں مشتہر ہو چکا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ "حافظ محمد عمر درازصاحب اگر میرے رسالہ نبی معصوم کا جواب دیں تو میں بطور انعام مبلغ ۵۰۰ دونگا" اسلئے مناسب معلوم ہوا کہ اس رسالہ نبی معصوم کا جواب ضرور ہی دیا جاوے کیونکہ اس رسالے پر ۵۰۰ کا اشتہار دینا مصنف کی کمال دلیری پر دلالت کرتا ہے اور باوجودیکہ منجانب اہل اسلام متعدد اشتہارات پادری صاحبان کو وقتاً فوقتاً دئے گئے جنکے وہ مقروض ہیں مگر اُن میں یہ قید نہیں لگائی گئی کہ ہماری فلاں تحریر یا فلاں کتاب کا فلاں ہی شخص جواب دے۔ کیونکہ ایک شخص کے مجیب مقرر کرنے سے تو صریح معلوم ہوتا ہے۔ کہ مشتہر صاحب ہرگز حق کے طالب نہیں بلکہ ایک شخص غریب الطبع سے چھیڑ خانی کرنا چاہتے ہیں ہاں اگر مشتہر صاحب حق کے طالب اور مرد میدان ہیں تو اشتہار یوں دیں کہ اگر کوئی اہل اسلام میرے رسالہ نبی معصوم کا جواب دے تو میں بطور انعام مبلغ ۵۰۰ روپیہ دونگا مگر یہ مردانگی عیسائی صاحب کہاں سے لائیں وہ تو خود ہی اہل اسلام کے مقروض ہیں +

چنانچہ یہ امر بچہ بچہ جانتا ہے کہ اوّلاً از جانب فضیلت مآب امام فن مناظرہ اہل کتاب سید ناصر الدین ابوالمنصور صاحب رد نصارے میں تین کتابیں

بوعدۂ انعام دو دو سو روپیہ چھپ چکی ہیں (یعنی لحن داؤدی در جواب نغمۂ طنبوری
استیصال در جواب رسالۂ مسیح دجال رقیمۃ الوداد در جواب نیاز نامہ) جب انکے جواب الجواب
سے عیسائی صاحب قاصر ہوئے تو ایک کتاب بنام دولت فاروقی دس ہزار روپیہ انعام کے وعدے پر
چھاپی گئی۔ مگر کہو تو کسی عیسائی صاحب نے قلم بھی اُٹھایا ہو حالانکہ مہتمم اخبار نور افشاں پادری ویری
صاحب نے اپنے پرچے مطبوعہ ۱۱ مارچ ۱۸۷۵ء نمبر ۱۰ جلد ۳ صفحہ ۳۷ میں اس اشتہار انعام موعودہ
کی عبارت بعینہ نقل کی ہے کہ مہدی حسن مالک مطبع مہدی حسن فرماتے ہیں کہ اگر کوئی عیسائی جواب کتاب
رقیمۃ الوداد جواب نیاز نامہ اور لحن داؤدی جواب نغمۂ طنبوری اور استیصال جواب مسیح الدجال
تحریر کرے تو دو دو سو روپیہ فی کتاب انعام ملیگا جب یہ دعوے اُنکو ہے تو نہایت شکر کا مقام
ہے کہ تینوں مصنف صاحب ابتک زندہ ہیں یعنی پادری عماد الدین صاحب اور ماسٹر رامچندر
صاحب اور پادری صفدر علی صاحب۔ لہذا نہایت ادب سے اُن تینوں مصنف عیسائی صاحبوں
کی خدمت میں التماس ہے کہ بیجا غرور کے توڑنے کے لئے ضرور اُن کا جواب عنایت فرمائیں۔ مگر
شرط یہ ہے کہ اول ایک کمیٹی مقرر کیجائے جو پہلے یہ دیکھے کہ کتابہائے مذکور کے جو جوابات
اہل اسلام نے دئے ہیں بیشک ایسے ہیں جن سے ہمارے مطلب رد ہو گئے ہیں اور جو جوابات
تحریر ہوں اُن کے حق یا غلط ہونے کا فیصلہ کریں اور کمیٹی کے یہ ممبر ہونگے یعنی (۱) مہتمم نور افشاں
(۲) پادری رجب علی صاحب مہتمم وکیل ہندوستان (۳) منشی ... آرتھر صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ
کمشنر بہادر انبالہ (۴) سید احمد خانصاحب (۵) مولوی ... صاحب سکنہ گجرات (۶) رائے
بہادر بہاری لعل صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہادر (۷) کنہیا لعل صاحب ... (۸) جناب
سردار دیال سنگھہ صاحب۔ انتہیٰ +

دیکھئے مہتمم نور افشاں کا اسقدر کوشش کرنا اور اپنے عیسائی بھائیوں خصوصاً پادری عماد الدین صاحب
و پادری صفدر علی صاحب و ماسٹر رام چندر صاحب کو غیرت دلانا انہیں نہایت ہی شرمندہ کرنا ہے مگر یہ
تینوں حضرات ایسے چراغ گل کرکے غفلت کی نیند میں سوئے گویا گھر میں تیل ہی نہیں اور پادری
ویری صاحب کا شور و غل کرکے ان حضرات کو جگانا بالکل فضول اور نکما ٹھیرا +

پس میرے پیارے عیسائی بھائیو اہل اسلام کی کئی اشتہاری کتابیں آپ کی میزوں پر دھری
ہوئی دنرات آپکو شرمندہ کرتی ہیں اور تم اُن کے جواب نہیں دیسکتے تو اس حالت میں ایسا اشتہار
شائع کرنا اور اس میں ایک ہی شخص کو معین کرنا کہاں تک مناسب اور حق پسندی کے
قرین ہے۔ مشتہر صاحب کے لئے مناسب تو یوں ہے کہ اول ہمارے اہل اسلام کی اشتہاری
کتب کا جواب دیں اور اہل اسلام کے اس فرض کو ادا کرکے پھر اپنی طرف سے کسی اپنی کتاب پر اشتہار

عام دیں نہ کہ خاص - پھر دیکھیں کہ اہل اسلام کو کتنی ڈگریاں دینی پڑتی ہیں اگر کسی عیسائی کو شک ہو تو وہ ایک کتابیں یا رسالے اسلام کے مقابلے میں لکھکر بوعدۂ انعام عام اشتہار دے پھر بخوبی تجربہ ہو جائیگا - اب ہم اپنا اصل مطلب شروع کرتے ہیں اور ہم اپنے مطالب کو چھ فصلوں میں بیان کرینگے - وھو ھذا -

فصل اوّل - جو آیات شریف مصنف رسالہ نبی معصوم نے (اپنی غلط فہمی سے اپنے دعوے کے ثبوت میں) انبیا علیہم السلام کے گنہگار ہونے پر قرآن شریف سے بیان کی ہیں اُن سے ہرگز انبیا علیہم السلام کا گنہگار ہونا ثابت نہیں ہوتا - **فصل دوم** عصمت انبیا علیہم السلام کا ثبوت ازروے قرآن شریف - **فصل سوم** عصمت انبیا علیہم السلام کا ثبوت ازروئے بائبل - **فصل چہارم** بائبل کی وہ آیات جن سے معاذ اللہ انبیا علیہم السلام کا گنہگار ہونا ثابت ہوتا ہے - سو اُن کے رد میں دو دلیلیں - **دلیل اوّل** بائبل میں تحریف کامل ہوگئی ہے - **دلیل دوم** بائبل میں انبیا علیہم السلام کو پاک یعنی معصوم لکھا ہے **فصل پنجم** اس بیان میں کہ دلائل عقلیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیا علیہم السلام بیشک معصوم ہیں **فصل ششم** ازروے اناجیل مسیح مصلوب کا گنہگار ہونا

اب ان متذکرہ فصلوں کو نمبروار شروع کیا جاتا ہے اور اس رسالے کا نام **تقدیس الانبیا** رکھا جاتا ہے - اور خداوند کریم سے دعا ہے کہ وہ غفار و ستار اس پاک نام کے وسیلے میری ظاہری اور باطنی خطاؤں کو بخشے اور اس رسالے کی تالیف کو میری نجات کا وسیلہ ٹھیرادے -

دلائل مذکورہ کے بیان کرنے سے پہلے ایک تمہید کا بیان کرنا ضروری امر ہے تاکہ ناظرین رسالہ ہذا کو بخوبی معلوم ہو جائے کہ گناہ کیا شے ہے *

تمہید

اس تمہید میں ہم تین امر مندرجۂ ذیل بیان کرینگے - **امر اوّل** گناہ کی حقیقت اور اسکی پہچان - **امر دوم** گناہ کا علاقہ انسان کے وجود کے ساتھ بطور جوہر کے ہے یا بطور عرض - امر سوم گناہ کا لفظ کس کس محل پر تعبیر اہل اسلام اور عیسائی استعمال کرتے ہیں *

بیان امر اوّل

جاننا چاہیئے کہ گناہ کے معنی حکم الٰہی سے قصداً و ارادتاً تجاوز کرنا ہے اور حکم خداوندی پیغمبروں کی معرفت بنی آدم کی ہدایت کے لئے ہوتا ہے - گناہ نہیں ہو سکتا جبتک شریعت الٰہی پہلے مقرر نہو - دیکھو پولوس عیسائیوں کے بڑے مجتہد اپنے خط رومیوں باب ۴

(حاشیہ:) امین کرے

آیت ۱۵ میں فرماتے ہیں کہ جہاں شریعت نہیں وہاں گناہ بھی نہیں انتہے۔ پھر پولوس صاحب خط مذکور کے باب ۷ آیت ۷ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ بغیر شریعت کے میں گناہ کو نہیں پہچانتا کیونکہ میں لالچ کو نہ جانتا اگر شریعت نہ کہتی کہ تو لالچ نہ کر انتہے +

علاوہ ازیں عیسائیوں کے بڑے بزرگ پادری فنڈر صاحب اپنی کتاب طریق الحیات مطبوعہ مشن لدھیانہ ۱۸۶۷ء کے صفحہ ۲۲ سطر ۱۰ میں فرماتے ہیں کہ جاننا چاہئے کہ گناہ کا ظہور اور انجام تین شرطوں پر منحصر ہے۔ پہلے یہ کہ شریعت مقرر ہو۔ دوسرے آدمی اُسے جانے۔ تیسرے وہ فاعل مختار ہو یعنی شریعت کے رد و قبول اور اطاعت و نافرمانی کا اختیار رکھے انتہے +

دیکھئے حضرت پولوس و پادری فنڈر صاحب کے فرمانے کے بموجب گناہ جب ہو سکتا ہے کہ پہلے شریعت الٰہی مقرر ہو۔ دوم اس شریعت مقررہ کو انسان خوب جان لے اور عقل سلیم بھی رکھتا ہو کیونکہ بدون عقل اور ہوش کامل کے جاننا غیر ممکن ہے اور نیز وہ گناہ بھول کر نہو کیونکہ بھولنا جاننے کی ضد ہے جہاں بھول ہے وہاں جاننا نہیں اور جہاں جاننا ہے وہاں بھول نہیں۔ اور پادری صاحب خود اس امر کے مقر ہیں کہ آدمی اُسے یعنی شریعت الٰہی کو جانے۔ فاعل مختار ہونا اور رد و قبول اطاعت و نافرمانی کا اختیار رکھنا یہ امور مذکورہ بالا صاف اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ گناہ وہ ہے جو جان بوجھ کر کیا جاوے کیونکہ دیوانے اور بچے۔ سوتے اور بھولنے سے اگر کوئی گناہ شرعی ہو جائے تو وہ گناہ حقیقت میں گناہ نہیں بلکہ اس فعل کو سہو و نسیان اور لغزش کہینگے اور ایسے افعال کے سبب سے اشخاص مذکورۂ بالا کو حقیقتاً گنہگار نہیں کہہ سکتے اور نہ ایسی خطا بر مواخذۂ شرعی ہو سکتا ہے اور یہ مذکورۂ بالا خطائیں مخل عصمت ہو سکتی ہیں کیونکہ خود پادری فنڈر صاحب اس امر کے قائل ہیں کہ گناہ جان بوجھ کر اور باختیار خود ہوا کرتا ہے +

بیان امر دوم

انسان کے وجود کے ساتھ گناہ کا علاقہ بطور جوہر یعنی ذاتی ہے یا بطور عرض یعنی غیر ذاتی۔ اگر کوئی صاحب فرمائیں کہ گناہ کا علاقہ انسان کے وجود کے ساتھ بطور جوہر کے ہے تو اُن کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ جب کوئی شے پیدا ہوتی ہے تو اسلئے جوہر بھی شے کے ساتھ ہی پیدا ہوتا ہے مثلاً آم کی ترشی اور مرچ کی تلخی آم اور مرچ کے ساتھ بطور جوہر کے پیدا ہوتی ہیں اب آم کے ترش ہونے میں اور مرچ کے تلخ ہونے میں آم و مرچ کا کیا قصور ہے کیونکہ پیدا ہونا کسی شے کا بدون صانع کے ہو نہیں سکتا اور صانع

ہر شے کا یہی خالق ہے کیا وہ خالق اپنے فعل کو آپ کا عیب دار اور برا قرار دیگا ہرگز نہیں ہوسکتا +
پس ہم کہتے ہیں کہ گناہ کا علاقہ انسان کے وجود کے ساتھ بطور عرض کے ہے کیونکہ
عرض کا یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی شے پر لگائیں تو لگ جائے اور اتاریں تو اُتر جائے
مثلاً ایک پارچہ ہے جب اس کو خوشبو لگائیں تو ہر کوئی اس پارچہ کو خوشبودار کہدیگا
اور جب اسکو دھو ڈالیں اور بدبو لگا دیں تو اُس پارچے کو خوشبودار نہیں بلکہ ہر کوئی
بدبودار ہی کہیگا اور پارچے کی اصل ذات میں نہ خوشبو ہے اور نہ بدبو پارچہ دونو صفتوں
سے پاک ہے اسی طرح انسان بھی پیدائش سے نہ گنہگار ہے اور نہ نیک بلکہ نیکی اور بدی
دونو انسان کے کسب ہیں اس لئے انسان فاعل مختار پیدا کیا گیا ہے خواہ نیکی کے کام
کرے خواہ بدی میں مصروف رہے اگر نیک کام کریگا تو نیک اور خاصان خدا میں شامل
ہوگا اگر بدی میں گرفتار ہوگا تو بد اور برے لوگوں میں شمار ہوگا اور یہ بھی ہوسکتا ہے
کہ نیک شخص کچھ مدت کے بعد بدکردار ہو جائے اور بدکردار نیک بخت بن جائے چنانچہ
یہی مشاہدہ ہم راتدن کرتے ہیں +

بیان امر سوم

گناہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک حقیقی دوم مجازی حقیقی گناہ اُس فعل سے مراد ہے
جو انسان سے ارادتاً و قصداً اور دیدہ و دانستہ شریعت الہی کے برخلاف صادر ہو
اور اسی گناہ کو شرعی گناہ کہتے ہیں اور اسی گناہ پر مواخذہ اُخروی منحصر ہے اور
یہی گناہ حقیقی بیشک مخل عصمت انبیا علیہم السلام ہوسکتا ہے اور اس گناہ حقیقی کا
مرتکب گنہگار کہلاتا ہے اور یہ گناہ حقیقی جس کو دوسرے لفظوں میں گناہ شرعی
کہا گیا ہے بیشک اغوائے شیطانی ہوتا ہے۔ دوسرے گناہ مجازی جس سے وہ فعل مراد
ہے جو کسی انسان سے سہواً ہو جائے اور کرنیوالے کا مطلق ارادہ نہ ہو یا تیسرے اُس سے
کوئی لغزش و ترک اولے ہو اور ان ہر سہ امور مذکورہ بالا کو صرف مجازاً گناہ
کہتے ہیں جیسے کاغذ پر گھوڑے کی تصویر کو گھوڑا ہی کہا جاتا ہے مگر دراصل یہ تصویر
گھوڑا نہیں ہوسکتی صرف مجازاً اس تصویر کو گھوڑا کہتے ہیں اور گھوڑا واقعی وہی ہے
جو قوائے حیوانی رکھے اور سواری دیسکے۔ اسی طرح فعل سہو و لغزش و ترک اولے کو گو
لفظ گناہ سے تاویل کرتے ہیں مگر حقیقت میں یہ افعال گناہ شرعی نہیں ہوسکتے اور نہ انپر
مواخذہ ہوسکتا ہے اور نہ عذاب اُخروی +
اب عیسائیوں کے نزدیک سوائے حقیقی گناہ کے ایک اور قسم گناہ بھی ہے جسکو وہ اپنی اصطلاح

ہیں گناہ فطرتی کہتے ہیں اُسکی حقیقت یوں بیان کرتے ہیں کہ باغ عدن میں حضرت آدم علیہ السلام نے خطا کی اور حضرت آدم علیہ السلام کی خطا کے سبب تمام بنی آدم گنہگار ہو گئے اور اس فطرتی گناہ سے کوئی انسان عیسائیوں کے نزدیک بری نہیں خواہ ولی ہو خواہ نبی سب کو گنہگار جانتے ہیں +

الحمد للہ ہمارے رسالے کی تمہید تمام ہوئی اب بفضل خدائے عزوجل رسالہ نبی معصوم کا جواب شروع ہوتا ہے +

فصل اول

قولہ "اکثر اہل کتاب اس بات پر متفق ہیں کہ بنی آدم اللہ تعالےٰ کے حضور گنہگار ولائق سزا کے ہیں اور اس بات پر بھی اتفاق کرتے ہیں کہ بسبب اپنے گناہوں کے ضرور ہے کہ انسانوں کے لئے کوئی شفیع ہو جسکے وسیلے عفو گناہ ابدی حاصل ہو" +

جواب ہم اہل اسلام آپ کے ساتھ اس بات میں ہرگز اتفاق نہیں کرسکتے کہ تمام بنی آدم گنہگار ہیں کیونکہ بنی آدم میں انبیا علیہم السلام بھی داخل ہیں اور انبیا علیہم السلام کو ہم مسلمان آپ کی طرح گنہگار خیال نہیں کرتے بلکہ انبیا علیہم السلام کو ہم معصوم جانتے ہیں یہ عقیدہ آپ ہی کو مبارک رہے جو انبیا علیہم السلام کو چور اور ڈاکو تصور کرتے ہیں (انجیل یوحنا باب ۱۰ آیت ۸)[1] اور انبیا علیہم السلام کو بیل خطاب دینا عیسائیوں کی ہی تہذیب کا نمونہ ہے دیکھو تفسیر خزانۃ الاسرار مصنفہ پادری عماد الدین صاحب پی ٹی مطبوعہ مشن لدھیانہ سنہ [illegible]ء صفحہ ۴۲ سطر 19 +

قولہ "چونکہ اہل عیسائی بموجب تعلیم توریت و زبور و انجیل کے یقین کرتے ہیں کہ مسیح جو پاک و بے عیب بڑہ کے مانند گنہگاروں کے لئے قربان ہوا سو خدا کے دہنے ہاتھ پر سرفراز ہو کر اپنے لوگوں کی سفارش ہر وقت کرتا رہتا ہے اور اس لئے کہ بنی آدم میں صرف ایک وہی معصوم ہے صرف اُسی کے وسیلے گناہ کا کفارہ یا خدا کے حضور شفاعت ہو سکتی ہے +

جواب اوّل توریت و زبور میں حضرت عیسےٰ علےٰ نبینا و علیہ السلام کو بے عیب بڑہ کہیں نہیں لکھا اگر پادری صاحب اپنے دعوے میں سچے ہیں تو زبور و توریت میں نشان دیں۔ دوئم سفارش کرنے سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ ابھی تک کفارہ

[1] سب جو مجھ سے آگے آئے چور اور بٹمار ہیں پر بھیڑوں نے اُن کی نہ سنی +

منظور نہیں ہوا کیونکہ اگر کفارہ منظور ہو جاتا تو سفارش کی حاجت نہ رہتی باقی تمام بنی آدم میں صرف حضرت عیسےٰ علےٰ نبینا وعلیہ السلام کا معصوم ہونا جو آپ نے تصور کیا ہے اسکا جواب انشاء اللہ تعالےٰ عنقریب دیا جاتا ہے +

قولہ ”اہل اسلام اگرچہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ہاں حضرت عیسےٰؑ اپنی امت کیلئے روز عدالت میں سفارش کرینگے مگر یہ بھی کہتے ہیں کہ سب نبی معصوم ہیں اور سب نبی اولوالعزم یعنی آدمؑ و نوحؑ و ابراہیمؑ و موسےٰؑ و محمدؐ اپنی اپنی امتوں کے شفیع ہیں“ +

جواب حضرت آدم علےٰ نبینا وعلیہ السلام سے لیکر جناب حضرت محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جس قدر انبیا علےٰ نبینا وعلیہم السلام گذرے ہیں وہ بیشک اپنی اپنی امتوں کے ایماندار وں کی شفاعت کرینگے مگر میں پادری صاحب سے دریافت کرتا ہوں کہ بالفعل جو یہودی موجود ہیں اور حضرت عیسےٰ علےٰ نبینا وعلیہ السلام کی رسالت کا بھی انکار کرتے ہیں ان کے حق میں حضرت موسےٰ علےٰ نبینا علیہ السلام سفارش کرینگے یا نہیں +

شق اول اگر آپ فرمائیں کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے منکروں اور مکذبوں و نافرمانوں کی شفاعت کرینگے تو اس سے صریح یہ امر لازم آتا ہے کہ سچے پیغمبروں کی تکذیب و انکار و نافرمانی کرنا کوئی ہرج اور گناہ کی بات نہیں حالانکہ یہ امر کل اہل کتاب کے نزدیک مردود ہے +

شق ثانی اگر ارشاد ہو کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام بسبب انکار و نافرمانی و تکذیب حضرت مسیح علےٰ نبینا وعلیہ السلام کے ان یہود مردود کی شفاعت نہیں کرینگے کیونکہ حضرت عیسےٰ علےٰ نبینا وعلیہ السلام سچے پیغمبر خدا کی طرف سے مبعوث ہوئے ہیں اور سچے پیغمبروں کا منکر بالاتفاق کافر ہے اور کفار فجار کی شفاعت انبیا علےٰ نبینا وعلیہم السلام نہیں کرینگے تو ہم بھی اہل اسلام سچے دل سے آنحضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغمبر برحق جانتے ہیں اور آنحضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارات توراۃ و زبور و صحائف انبیا و انجیل میں اس قدر ہیں کہ عیسےٰ علےٰ نبینا وعلیہ السلام کی بشارات ان کے روبرو عشر عشیر بھی نہیں اور آپ عیسائی صاحبان یہودیوں کی طرح نادانی سے ایسے سچے ہادی کی رسالت کا انکار کر رہے ہیں اگر آپ انصاف اور سچائی کے ساتھ آنحضرت

نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بشارات نکھنی چاہیں تو کتب مندرجۂ ذیل ملاحظہ فرمائیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ تسلی کامل ہو جائیگی۔ کتاب استفسار۔ خطبات احمدیہ ضیاء نستہ الافسان۔ نوید جاوید وغیرہ وغیرہ۔ اس لئے ہم بھی آپ عیسائی صاحبان کو بسبب منکر ہونے رسالت آنحضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُن منکران یہود کی طرح حضرت مسیح علیٰ نبینا و علیہ السلام کی شفاعت سے خارج تصور کرتے ہیں اور آپ کو اُن منکران یہود سے کچھ کم نہیں جانتے +

قولہ "واضح رہے کہ یہ قول کہ نبی اولوالعزم اپنی اپنی امت کی شفاعت کرینگے اس بنا پر کہ وے معصوم ہیں منحصر ہے کیونکہ صاف ظاہر ہے کہ اگر نبی خود گناہ میں گرفتار ہو تو لائق نہیں اور گنہگاروں کو گناہ کے عذاب سے چھوڑا دے اسلیئے کوڑھی کوڑھیوں کا علاج نہیں کرسکتا اور ڈوبتا ہوا اوروں کو دریا کی موجوں سے بچا نہیں سکتا" +

جواب از روے قرآن شریف کسی نبی علیہ السلام کا کوئی گناہ شرعی کرنا جسپر مواخذہ اُخروی منحصر ہے ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ ہم انشاء اللہ تعالےٰ آگے چلکر بیان کرینگے۔ اور بغیر ثبوت گناہ پہلے ہی سے انبیا علیہم السلام کو معاذ اللہ گنہگار قرار دینا اور بُرے بُرے نتائج نکالنا اور کوڑھیوں اور ڈوبتے ہوؤں وغیرہ کی پیغمبروں کی نسبت مثالیں دینا یہ آپ ہی کے ایمان کی خوش اسلوبی ہے +

عیسائیوں کا انبیا علیہم السلام کو گنہگار جاننا اور یہ کہنا کہ جب انبیا آپ ہی مرض عصیان میں مبتلا ہیں تو اوروں کی شفاعت کس طرح کر سکتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھنا کہ کوئی پیغمبر مستحق شفاعت نہیں سراسر خلاف بائبل ہے۔ چنانچہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کا از روے بائبل شفیع ہونا آیات مندرجۂ ذیل سے بخوبی ثابت ہے۔ دیکھو کتاب گنتی باب ۱۴ آیت ۱۹ و ۲۰ جس میں لکھا ہے "(۱۹) اب تو اپنی رحمت کی فراوانی سے اس امت کے گناہ بخشدے جیسا تو مصر سے لیکے یہاں تک اُنہیں بخشتا رہا ہے" حضرت موسےٰ علیہ السلام کے جواب میں خداوند کریم نے فرمایا۔ "(۲۰) میں نے تیرے کہے سے بخشے" اور ایسے ہی کتاب ایضاً[1] باب ۱۲ آیت ۱۳۔

---

[1] تب موسےٰ نے خداوند کے آگے چلا کے کہا اے خدا میں تیری منت کرتا ہوں"۔ اُس کے جواب میں ۱۴ آیت کے اخیر کا فقرہ ہے۔ "سات دن تک خیمہ گاہ سے خارج رہے بعد اسکے اسے پھر شامل کر" +

اور کتاب استثنا باب ۹ آیت ۱۹[1] سے ۲۲ تک حضرت موسے علیہ السلام کی شفاعت
کا ذکر ہے اور فرعون جیسا سخت کافر بھی آپ کی شفاعت کا قائل ہے - دیکھو کتاب
خروج باب[2] ۸ آیت ۸ تو کیا آپ فرعون سے بھی کچھ درجہ زیادہ ہیں جو خلاف بائبل
سراسر انکار ہی کرتے ہیں - ہمارے نزدیک حضرت موسےٰ علیہ السلام تو ایک بڑے ذیشان
اور صاحب مرتبہ اور اولوالعزم پیغمبر ہیں جب آپ کے نزدیک وہ مستحق و لائق شفاعت
نہیں تو اور کون ہو سکتا ہے ؟

لیکن اے پادری صاحبان - آپ حواریین مسیح علیہ السلام کی طرف نظر انصاف سے
دیکھیں کہ ان کی حالت آپ کے اس اصول سے کہ گنہگار گنہگار کی شفاعت نہیں
کر سکتا - کہاں تک مخالف ہے - کیونکہ وہ بھی آپ کے نزدیک ڈبل گنہگار ہیں جس کا
ثبوت یہ ہے کہ پطرس اعظم الحواریین کو حضرت مسیح علیہ السلام نے شیطان کا
خطاب دیا ہے دیکھو انجیل مرقس باب[3] ۸ آیت ۳۳ - اسکے سوا اس نے حضرت مسیح
علیہ السلام کی رسالت سے انکار کیا اور جھوٹی[4] قسمیں کھائیں بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام
کے اسم مبارک پر لعنت کی دیکھو متی باب[5] ۲۶ آیت ۶۹ سے ۷۴ اور ان حضرت پولس

---

[1] کیونکہ میں خداوند کے قہر اور غصے سے ڈرا کہ وہ تم پر سخت غصے تھا اور تمہیں نابود کیا چاہتا تھا لیکن خداوند نے اس وقت بھی میری سنی اور خداوند کا بڑا غصہ ہارون پر بھی تھا کہ اور اسے ہلاک کرنے پر تھا میں نے اس وقت ہارون کے لئے بھی دعا مانگی [2] تب فرعون نے موسےٰ اور ہارون کو بلایا اور کہا کہ خداوند سے شفاعت کرو کہ مینڈکوں کو مجھ سے اور میری رعیت سے دفع کرے - پھر آیت ۱۳ میں ہے موسےٰ نے دعا مانگی اور خداوند نے موسےٰ کی دعا کے موافق کیا اور مینڈک گھروں اور گاؤں اور کھیتوں میں سے مر گئے [3] پر وہ پھر کے اور اپنے شاگردوں پر نظر کر کے پطرس پر جھنجھلایا اور کہا اے شیطان میرے سامنے سے دور ہو کیونکہ تو خدا کی چیزوں کی نہیں بلکہ انسان کی چیزوں کی فکر کرتا ہے [4] جب پطرس باہر دالان میں بیٹھا تھا ایک لونڈی نے اس پاس آ کے کہا تو بھی یسوع جلیلی کے ساتھ تھا پر اس نے سب کے سامنے انکار کر کے کہا میں نہیں جانتا کہ تو کیا کہتی ہے - پھر جب وہ دیوار کی طرف باہر چلا ایک دوسری نے اسے دیکھ کر ان سے جو وہاں تھے کہا کہ یہ بھی یسوع ناصری کے ساتھ تھا تب اس نے قسم کھا کر پھر انکار کیا کہ میں اس شخص کو نہیں جانتا تھوڑی دیر بعد انہوں نے جو وہاں کھڑے تھے پطرس پاس آ کے کہا بیشک تو بھی ان میں سے ہے کہ تیری بولی تجھے ظاہر کرتی ہے - تب اس نے لعنت بھیجکر اور قسم کھا کر کہا میں اس شخص کو نہیں جانتا ٭

وہ انجیل سے پھر گیا تھا دیکھو خط گلتیون باب[1] ۲ آیت ۱۱ سے ۱۴ تک باقی حواریوں
کا بھی یہی حال ہے اور خود حضرت مسیح علیہ السلام نے انکو بے ایمانی کا خطاب دیا ہے
دیکھو انجیل مرقس باب[2] ۱۶ آیت ۱۴ +

پھر باوجود ایسے گناہگار اور بے ایمان ہونے کے ان کو شفاعت سے کہیں بڑھکر گناہ
بخشنے کا کلی اختیار حاصل ہے جیسا کہ انجیل یوحنا باب ۲۰ آیت ۲۳ میں صاف لکھا ہے
کہ جنکے گناہ تم بخشو انکے گناہ بخشے جاتے ہیں جنہیں تم نہ بخشو گے نہ بخشے جائینگے انتہی +
پادری صاحبان آپ خود ہی فرمائیں کہ آپ نے انبیا علیہم السلام کے متعلق یہ عقیدہ
بنا کر کیسا غضب کیا اور اسی بیان سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ آپ کا یہ بیان بھی بے
ٹھکانہ ہے دوسرے گناہگار کی شفاعت نہیں کر سکتا کیسا باطل ہوگیا اور یہی آپ کا خود
قاعدہ ہے جو تمام رسالہ نبی معصوم کی بنیاد ہے۔ اور جسکے مجملاً جواب دینا ہی کافی
ہے پر آپ کی تسلی کے لیے آپ کے تمام رسالہ کا جواب تفصیل وار دیا جاتا ہے کہ مجمل پر
اکتفا نہیں ہوتا +

قولہ ’’ہم کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اہل اسلام نے یہ خیال کہاں سے پیدا کیا ہے
کہ سب نبی معصوم اور بیگناہ ہیں کیونکہ خود قرآن میں سورۂ آل عمران نسخہ ۱۵ رکوع
میں لکھا ہے وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا
فِي أَمْرِنَا یعنی بہت نبی کہتے ہیں کہ اے رب ہمارے بخش ہمارے گناہ اور جو ہم سے
زیادتی ہوئی ہمارے کام میں۔ انتہی اس آیت کو دیکھکر ہمکو بہت شبہ ہوا کہ اہل اسلام

---

[1] پر جب پطرس انطاکیہ میں آیا تو میں نے روبرو اس سے مقابلہ کیا اس لئے کہ وہ ملامت
کے لائق تھا کیونکہ وہ پیشتر اس سے کہ کئی شخص یعقوب کی طرف سے آئے غیر قوم والوں کے ساتھ
کھایا کرتا تھا پر جب وے آئے تو مختونوں سے ڈر کر پیچھے ہٹا اور الگ ہوگیا اور باقی یہودیوں نے
بھی اس کے ساتھ دورنگی کی یہانتک کہ برناباس بھی انکے ریا میں شریک ہوا جب میں نے
دیکھا کہ وے انجیل کی سچائی پر سیدھی چال نہیں چلتے میں نے سبھوں کے سامنے پطرس کو کہا کہ
جب تو یہودی ہوکر غیر قوموں کی طرح نہ کہ یہودیوں کی طرح زندگی گذرانتا ہے پس
تو کس واسطے غیر قوموں کو یہ تکلیف دیتا ہے کہ یہودیوں کی طرح چلیں [2] آخر
وہ ان گیارھوں کو جب وے کھانا کھانے بیٹھے دکھائی دیا اور ان کی بے ایمانی اور سخت دلی
پر ملامت کی کیونکہ وے ان کی باتوں پر جنہوں نے اس کے جی اٹھنے کے بعد اسے
دیکھا تھا یقین نہ لائے تھے +

کا یہ گمان کہ نبی معصوم ہیں غلط ہے ؛

جواب جب کہ آپکو قرآن شریف آتا ہی نہیں تو آپ کو کیا معلوم ہو۔ اور اس امر کی تصدیق کے لئے کہ آپ کو قرآن شریف نہیں آتا آپ کا اس موقع پر آیت مذکورۂ بالا کا لکھنا ہی کافی ثبوت ہے کیونکہ جیسا کہ اس آیت میں نبیوں کے ساتھیوں کی دعا بیان ہوئی ہے جس کو آپ نے انبیا علیہم السلام کی دعا خیال کر لیا اور یہ صریحاً آپ کی غلطی ہے۔ آپ کو مناسب تھا کہ پہلے قرآن شریف کی کوئی تفسیر دیکھ لیتے تاکہ اس رسالہ کے مشتہر کرنے پر آپکو اتنی شرمندگی نہ اٹھانی پڑتی۔ دیکھئے تفسیر عمدۃ البیان جلد اول کے صفحہ ۱۰۵ اور تفسیر عزیزی کی جلد اول کے صفحہ ۲۰۵ اور تفسیر حسینی اردو یعنی تفسیر قادری جلد اول کے صفحہ ۱۰۰ میں لکھا ہے وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ اور کتنے پیغمبروں میں سے یعنی بہت پیغمبر تھے کہ لڑائی میں لڑے مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ساتھ ان کے ہو کر سپاہی لوگ بہت۔ ربی اس سپاہ کا نام ہے جو ہزار سے کم نہ ہو اور تبیین المعانی میں لکھا ہے کہ ربی دس ہزار سپاہی کے معنی ہیں یا ربی ربانی کے معنی پر ہے یعنی فقہا علما حکما اتقیا جو اپنے پیغمبر کے ساتھ تھے۔ فَمَا وَهَنُوْا پس سستی نہیں کی ان پیغمبروں اور ان کے اصحاب نے لِمَآ اَصَابَهُمْ واسطے اسکے جو پہنچیں انہیں تکلیفیں فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کافروں کے ساتھ جہاد کرنے میں وَمَا ضَعُفُوْا اور ضعیف نہیں ہو گئے بہت ہونے سے وَمَا اسْتَكَانُوْا اور عاجزی نہیں کی دشمنوں کے ساتھ شکست کھائے ہوئے لوگوں اور ان مسلمانوں کی طرف اشارہ ہے جو ابن ابی سے التجا کر کے ابوسفیان سے امان کا خط چاہتے تھے وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ اور اللہ دوست رکھتا ہے صبر کرنے والوں کو جہاد پر وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اور نہ تھا قول ربانیوں کا بعد قتل ان پیغمبروں کے اگر قتل واقع ہوا اِلَّآ اَنْ قَالُوْا مگر یہ کہ انہوں نے کہا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا اے رب ہمارے بخش دے ذُنُوْبَنَا گناہ ہمارے جن کے سبب سے فتح نہ ہوئی اور ہمارا نبی قتل ہو گیا وَاِسْرَافَنَا اور در گذر زیادتیوں ہماری سے فِيْٓ اَمْرِنَا بیچ کام ہمارے کے اور ایسا ہی تفسیر معالم میں لکھا ہے۔ اگر پادری صاحب اوپر کی ایک دو آیت پر غور فرماتے تو کبھی ایسا دھوکہ نہ کھاتے۔ ناظرین آیات مذکورہ بالا کو غور سے ملاحظہ فرماویں کہ پادری صاحب نے عربی کی ناواقفیت یا دھوکہ دہی سے کیا سے کیا بنا دیا ہے۔ انکو ایسی باتوں سے شرم کرنا چاہیئے ؛

قولہ چنانچہ ہم نے قرآن شروع سے آخر تک بغور ملاحظہ کر کے ہر ایک آیت کو جس میں نبی کا گنہگار ہونا ظاہر ہے نکالا۔ اگرچہ اکثر مسلمان دو لاکھ چالیس ہزار دوسری روایت میں ایک لاکھ چالیس ہزار نبیوں کا ذکر کرتے ہیں مگر ہم کو قرآن میں صرف پچیس نام معلوم ہوئے جن کے نام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ آدم ۱۔ ادریس ۲۔ نوح ۳۔ ایوب ۴۔ ابراہیم ۵۔ لوط ۶۔ اسحٰق ۷۔ یعقوب ۸۔ یوسف ۹۔ اسمٰعیل ۱۰۔ موسیٰ ۱۱۔ داؤد ۱۲۔ سلیمان ۱۳۔ ہود ۱۴۔ صالح ۱۵۔ الیاس ۱۶۔ ہارون ۱۷۔ یونس ۱۸۔ شعیب ۱۹۔ عزیر ۲۰۔ ذوالکفل ۲۱۔ ذوالقرنین ۲۲۔ زکریا ۲۳۔ یحییٰ ۲۴۔ عیسیٰ ۲۵۔ محمد ۲۶؎

جواب۔ اگرچہ آپ نے شروع سے آخر تک قرآن شریف کو بغور ملاحظہ کیا اور ہر ایک آیت پر فکر بھی کی اور بزعم خود عیاذاً باللہ قرآن شریف سے انبیا علیہم السلام کے گنہگار ہونے کی کوشش بھی کی مگر آپ کے ملاحظہ اور فکر کا نتیجہ صرف یہی نکلا کہ آپ نے معاذ اللہ انبیا کی شان میں ... انبیا علیہم السلام ... معاذ اللہ ... علیہم السلام کو گنہگار بنایا اور اسی دھن میں ایسے مستغرق ہو گئے کہ ... گئے۔ کیونکہ ۲۶ نام گنے ... پچیس بتائے اور ... کے ... سمجھ گئے۔

قولہ اگرچہ قرآن سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ... وغیرہ معصوم نہیں۔ دیکھو سورۂ ص رکوع ۲ و سورۂ ق رکوع ۳ و سورۂ انبیا رکوع ۲؎

جواب حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ قرآن شریف میں چار جگہ آیا ہے۔ اول سورۂ یونس ۱؎ رکوع ۱۰۔ دوم سورۂ انبیا ۲؎ رکوع ۶۔

۱؎ فلولا کانت قریۃ آمنت فنفعہا ایمانہا الا قوم یونس لما آمنوا کشفنا عنہم عذاب الخزی فی الحیوۃ الدنیا ومتعنٰہم الی حین۔ ترجمہ سو کیوں نہ ہوئی کوئی بستی جو ایمان لاتی اور اسے اس کا ایمان نفع دیتا مگر یونس کی قوم جب ایمان لائی ہم نے ذلت کا عذاب ہٹا دیا اور ایک وقت تک ان کو بہرہ مند کیا۔ ۲؎ وذا النون اذ ذہب مغاضبا فظن ان لن نقدر علیہ فنادٰی فی الظلمٰت ان لا الٰہ الا انت سبحٰنک انی کنت من الظٰلمین ۝ فاستجبنا لہ ونجینٰہ من الغم وکذٰلک ننجی المؤمنین۔ ترجمہ یاد کر اس وقت کو جب یونس علیہ السلام غصے میں ہو کر اپنی قوم سے بھاگ گئے اور خیال کیا کہ ہم اس پر قدرت نہ پائیں گے۔ پھر اندھیرے میں پکارا کہ نہیں کوئی معبود مگر تو ہی۔ تو پاک ہے اور میں ظالموں میں سے ہوں۔ پھر ہم نے اس کی دعا قبول کر لی اور اسے غم سے نجات دی اور اسی طرح ہم ایمانداروں کو نجات دیا کرتے ہیں۔

سوم سورۂ[1] صفات رکوع ۵۔ چہارم سورۂ[2] قلم رکوع ۲۔ ناظرین بالانصاف چاروں مقامات مذکورہ بالا کو غور سے ملاحظہ فرمائیں کہ ان مقامات میں کہیں حضرت یونس علیہ السلام کا کوئی کام خلاف شریعت الٰہی کرنا بھی لکھا ہے جس کے سبب پادری صاحب حضرت یونس علیہ السلام کو گنہگار خیال کرتے ہیں

اول پادری صاحب کو مناسب تھا کہ پہلے کوئی حکم خداوندی جو حضرت یونس علیہ السلام کو ہوا تھا بیان کرتے پھر حضرت یونس علیہ السلام کی اس سے مخالفت ثابت کرتے تب انہیں گنہگار ٹھہراتے۔ اس صورت میں ان کا دعوے با دلیل ہوتا۔ دیکھئے پادری صاحب گناہ اس کو کہتے ہیں جس کا ذکر خداوند کریم زبور ۱۹ [illegible] میں فرماتا ہے کہ میں جھوٹ سے بیزار ہوں اور نفرت رکھتا ہوں۔ پھر کتاب احبار باب ۱۹ آیت ۱۲ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میرا نام لیکر جھوٹی قسم نہ کھاؤ۔ اب ان دونوں خداوندی حکموں کے خلاف اعظم الحواریین پطرس صاحب نے کیا۔ اول تو تین مرتبہ جھوٹی قسمیں کھائیں اور پھر حضرت مسیح علیہ السلام کی

---

[1] وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ۝ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ۝ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ۝ فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ۝ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ ۝ وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِنْ يَقْطِينٍ ۝ وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ ۝ فَآمَنُوا فَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ۔ ترجمہ۔ اور بیشک یونس رسولوں میں سے ہے۔ جب وہ بھاگ کر بھری کشتی کے پاس پہنچا۔ تو باہم قرعہ ڈالا اور وہ الزام کھایا ہوا بنا۔ پھر اس کو مچھلی نے لقمہ کر لیا اور وہ اس حالت میں اپنے آپکو ملامت کر رہا تھا۔ اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتا تو قیامت تک اسی کے پیٹ میں رہتا۔ پھر ہم نے اسکو میدان میں جہاں کچھ نہ تھا نکال کر ڈالدیا اور اسکے اوپر کدو کے قسم کا درخت اگا دیا۔ اور ہم نے اسکو لاکھ یا اس سے بھی زیادہ آدمیوں کی طرف بھیجا اور وہ سب ایمان لائے جنکو ہم نے ایک وقت مقرر تک بہرہ مند کیا +

[2] فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ۝ لَوْلَا أَنْ تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِنْ رَبِّهِ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ ۝ فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ ترجمہ۔ پس صبر کر خدا کے حکم کا اور یونس علیہ السلام کی طرح مت ہو جب اس نے خدا کو پکارا اور غصے میں بھرا ہوا تھا۔ اگر اسکو تیرے رب کا احسان نہ سنبھالتا تو وہ بے گھاس کے میدان میں الزام کھایا ہوا ڈالا گیا تھا۔ پھر چن لیا اسکو اسکے رب نے اور اسے صالحین میں سے بنایا +

سخت بے ادبی کی دیکھو انجیل متی باب ۲۶ آیتہ ۶۹ تا ۷۴ پ

اسی طرح پادری صاحب بھی اگر اپنے دعوے میں سچے ہیں تو حضرت یونس علیہ السلام کا کوئی گناہ قرآن شریف سے مثل پطرس صاحب کے ثابت کریں باقی رہا حضرت یونس علیہ السلام کا دعا و استغفار کرنا یہ امر کچھ گنہگار ہونے کے لئے ضروری و لازمی نہیں ہے دیکھئے آپ کے عقیدے کے بموجب حضرت عیسےٰ علیہ السلام گناہوں سے پاک اور معصوم ہیں مگر پھر بھی عام گنہگاروں کی طرح حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر توبہ کا بپتسمہ لیکر دریائے یردن میں غسل کیا دیکھو انجیل مرقس باب اول آیت ۹ کیا[۱] اس اصطباغ لینے سے آپ کے نزدیک حضرت مسیح علیہ السلام کی عصمت میں کچھ خلل آگیا جو اوروں پر مغفرت مانگنے کا الزام لگایا جاتا ہے اور یونس علیہ السلام کا چند روز تک تکلیف اُٹھانا حضرت ایوب علیہ السلام کی تکلیف کے آگے کچھ حقیقت ہی نہیں ہے اور حضرت ایوب علیہ السلام کی پاک بازی اور عصمت پر خود اللہ جل شانہ کتاب حزقیل باب ۱۴ آیت ۱۴ میں آپ شہادت دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ ہرچند یہ تین شخص نوح اور دانیئل اور ایوب اس میں موجود ہوتے تو خداوند یہوداہ کہتا ہے کہ وے اپنی صداقت سے فقط اپنی ہی جانوں کو بچاتے۔ پھر اللہ کتاب ایوب باب اول آیتہ اول میں فرماتا ہے کہ عوص کی سرزمین میں ایوب نامی ایک شخص تھا اور وہ شخص کامل اور صادق تھا اور خدا سے ڈرتا تھا اور بدی سے دور رہتا تھا۔ دیکھئے ایوب کا بدی سے دور رہنا اور صداقت میں کامل ہونا حضرت ایوب علیہ السلام کی عصمت پر کامل دلیل ہے۔ باوجود بیگناہی اور عصمت کامل کے جو کچھ تکلیفیں حضرت ایوب علیہ السلام پر ہوئی ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں۔ کیا ان تکالیف کثیرہ کے سبب کوئی ناخداترس ان کو گنہگار کہہ سکتا ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں پ

حضرت داؤد علیہ السلام کو از روے قرآن شریف گنہگار خیال کرنا پادری صاحب کی سراسر غلطی ہے اور اصل قصہ حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ ہے کہ حتے اوریا بن حنان نے ایک عورت کے ساتھ اپنے نکاح کا پیام دیا اور قریب تھا کہ اُس کا نکاح اُس عورت سے ہو جائے عورت کے ولیوں کو اسکے ساتھ کچھ خرخشہ پڑا تھا

---

[۱] دیکھو صفحہ ۹ کا چوتھا نوٹ [۲] اور انہیں دنوں میں ایسا ہوا کہ یسوع نے ناصرت جلیل سے آکر یردن میں یوحنا کے ہاتھ سے بپتسما پایا پ

اُنھوں نے اُس عورت کو اوریاکے ساتھ نکاح نہ کرنے دیا اور حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے نکاح کا پیام دیا اور حضرت داؤد علیہ السلام کی ننا وئیں بیبیاں تھیں آپ نے اُس کی بھی خواہش کی زاد المسیر میں ہے کہ عتاب الٰہی حضرت داؤد علیہ السلام پر اس وجہ سے ہؤا کہ اوریا کے پیام دینے کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے پیام دیا اور قرآن میں ان کا حال اس طرح پر ہے وَهَلْ أَتَاكَ نَبَأُ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ۝ إِذْ دَخَلُوا عَلَىٰ دَاوُودَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ خَصْمَانِ بَغَىٰ بَعْضُنَا عَلَىٰ بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلَىٰ سَوَاءِ الصِّرَاطِ ۝ إِنَّ هَٰذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً وَلِيَ نَعْجَةٌ وَاحِدَةٌ فَقَالَ أَكْفِلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ ۝ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلَىٰ نِعَاجِهِ وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَا هُمْ وَظَنَّ دَاوُودُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ ۝ فَغَفَرْنَا لَهُ ذَٰلِكَ وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ ۝

ترجمہ (یا محمدؐ) اور کیا تیرے پاس جھگڑنیوالوں کی خبر آئی ہے جب وہ دیوار پر چڑھ کر عبادت خانہ میں اُتر آئے۔ جب وہ داؤدؑ کے پاس آئے وہ ڈر گیا انھوں نے اس سے کہا کہ مت ڈر ہم دو جھگڑنیوالے ہیں ہمارے بعض نے بعض پر زیادتی کی ہے پس ہمارے درمیان حق کے ساتھ حکم کر زیادتی مت کر اور سیدھی راہ دکھا۔ یہ بھائی میرا ہے۔ اُسکے ننا وئیں دُنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک ہی دُنبی ہے۔ اُس نے مجھے کہا ہے کہ یہ ایک دُنبی بھی مجھے سونپ دے اور اس بات کرنے میں مجھ پر غلبہ کیا ہے۔ حضرت داؤدؑ نے کہا کہ اسنے تیری دُنبی اپنی دنبیوں میں مانگ کر لے لینے میں تجھ پر ظلم کیا۔ اور بیشک بہت شرکت والوں میں بعض بعض پر زیادتی کرتے ہیں۔ مگر جو لوگ کہ ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور وہ کم ہیں اور جانا داؤد علیہ السلام نے کہ کچھ آزمایا ہم نے اُس کو۔ پس بخشش مانگی رب اپنے سے اور گر پڑا عاجزی کرتا ہؤا اور رجوع بحق کیا پس ہم نے اسے معاف کیا اور بلاشبہ اس کا ہمارے نزدیک نزدیکی کا مرتبہ اور اچھی جگہ پھر جانے کی ہے ۔

لہ سموئیل ۲ باب ۱۲ کی پہلی ۸ آیات کا مضمون اس سے ملتا ہے ۔

صاحبان حق بین با انصاف غور فرمائیں کہ ان آیات شریف میں حضرت داؤد علیہ السلام نے کونسے حکم خداوندی کی مخالفت کی ہے اور کس حکم شرعی کو توڑا ہے جس کے سبب سے پادری صاحب حضرت داؤد علیہ السلام کو معاذ اللہ گنہگار فرماتے ہیں۔ اِن آیات شریفہ سے صرف اتنا ہی واضح ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک عورت کو اپنے نکاح میں لینے کے لئے ایسے وقت پیغام دیا جب کہ اُس کو حتی اوریا بن حنان نے اپنے نکاح کا پیغام دیا ہوا تھا۔ یہ درمیان ہی میں پیغام کرنا کوئی شرعی گناہ نہیں مگر ترک اولےٰ ضرور ہے اور انبیاء علیہم السلام سے ترک اولےٰ بھی ہونا موجب عتاب الٰہی ہو جاتا ہے لیکن تمہید میں ہم بخوبی ثابت کر چکے ہیں کہ گناہ ترک اولےٰ کو صرف مجازاً گناہ کہتے ہیں حقیقتاً گناہ نہیں۔ اب خداوند کریم کا فضل وکرم دیکھو کہ اُس نے حضرت داؤد علیہ السلام کی یہ خفیف حرکت یعنی خطا سے ترک اولےٰ بھی اُن پر ظاہر فرما کر تنبیہ کردی اور حضرت داؤد علیہ السلام بھی فوراً اس لغزش یا ترک اولےٰ سے خبردار ہوکر توبہ و استغفار کرکے اُسی وقت خدا کی طرف راجع ہوئے۔ ایسی حالت میں اس کامل و صادق راستباز نبی کو گناہگار بنانا عیسائیوں ہی کی خوش اعتقادی کا تقاضا ہے۔ ورنہ اور تو کوئی منصف آدمی ان کو گنہگار نہیں بنا سکتا +

اس موقع پر ہم پادری صاحبان کو معذور سمجھتے ہیں کیونکہ ان کے دماغ میں صرف کتابوں کی جھوٹی روایات سمائی ہوئی ہیں چنانچہ سموئیل دوم باب ۱۱ میں عیاذاً باللہ حضرت داؤد علیہ السلام کی نسبت آیت ۲ تا ۵ میں یوں لکھا ہے۔ اور ایک دن شام کو ایسا ہوا کہ داؤد اپنے بچھونے پر سے اُٹھا اور بادشاہی محل کی چھت پر ٹہلنے لگا اور وہاں سے اس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہا رہی تھی اور وہ عورت نہایت خوبصورت تھی تب داؤد نے اس عورت کا حال دریافت کرنے کو آدمی بھیجے انہوں نے کہا کیا وہ العام کی بیٹی بنت سبع حتی اوریاہ کی جورو نہیں اور داؤد نے لوگ بھیج کے اس عورت کو بلا لیا: چنانچہ وہ اس پاس آئی اور وہ اس سے ہم بستر ہوا کیونکہ وہ اپنی ناپاکی سے پاک ہوئی تھی اور وہ اپنے گھر کو چلی گئی اور وہ عورت حاملہ ہوگئی سو اُسنے داؤد پاس خبر بھیجی کہ میں حاملہ ہوں۔ پھر آیت ۱۴ تا ۱۷ میں ہے۔ صبح کو

داؤد نے یواب کے لئے خط لکھا اور اوریاہ کے ہاتھ میں دیکے اسے بھیجا اور اس نے خط میں یہ لکھا کہ اوریاہ کو سخت لڑائی کے وقت اگاڑی لیجیئو اور اسکے پاس سے پھر آئیو تاکہ وہ مارا جائے اور جاں بحق ہو۔ اور ایسا ہؤا کہ یواب جو اس شہر کے گرداگرد کی حالت دیکھنے گیا تو اُس نے اوریاہ کو ایسے مقام پر جہاں اُسنے جانا کہ جنگی لوگ وہاں ہیں مقرر کیا اور اس شہر کے لوگ نکلے اور یواب سے لڑے اور وہاں داؤد کے خادموں میں سے تھوڑے سے لوگ کام آئے اور حتی اوریاہ بھی مارا گیا۔ پھر آیت ۲۶ و ۲۷ میں ہے اور اوریاہ کی جورو اپنے شوہر اوریاہ کا مرنا سنکے سوگ میں بیٹھی اور جب سوگ کے دن گذر گئے تو داؤد نے اسے اپنے گھر میں بلوالیا اور وہ اسکی جورو ہوئی اور اسکے لئے بیٹا جنی پر وہ کام جو داؤد نے کیا تھا خداوند کی نظر میں برا ہؤا۔ پھر باب ۱۲ کی آیت ۱۸ میں ہے یوں ایسا ہؤا کہ ساتویں دن وہ لڑکا مرگیا۔ پادری عماد الدین صاحب نے اپنی تفسیر خزانۃ الاسرار مطبوعہ ۱۸۸۶ء کے صفحہ ۷ میں یہ امر مان لیا ہے کہ بنت سبع بھی بدکار تھی اُسنے داؤد سے زنا کیا خوبی یہ کہ جسکو پادری عماد الدین صاحب اپنی زبان مبارک سے بدکار فرماتے ہیں وہ انکے مجسم خدا حضرت مسیح کی پردادیوں میں داخل ہے جس سے ان کے خدا پر بھی سخت الزام آتا ہے یہ قصہ مردود و محرف شدہ ہے۔ کیونکہ آگے خود بائبل ہی رد کرتی ہے۔ دیکھئے کتاب اوّل سلاطین باب ۱۴ آیت ۸ میں خداوند کریم اخیاہ کی معرفت یربعام کو یوں فرماتا ہے۔ تو میرے بندے داؤد کی مانند نہؤا جس نے میرے حکموں کو حفظ کیا اور اپنے سارے دل سے میری پیروی کی تاکہ فقط وہی کرے جو میری نگاہ میں اچھا تھا۔ پھر کتاب ایضاً باب ۹ آیت ۴ میں اللہ تعالے سلیمان علیہ السلام کو ارشاد فرماتا ہے۔ اور اگر تو میرے حضور ایسی چال چلے گا جیسے تیرا باپ داؤد دل کی راستی اور صداقت سے چلا۔ پھر اسی کتاب کے باب ۱۱ آیت ۴ میں لکھا ہے کہ اُسکا دل (یعنی سلیمان کا) خداوند اپنے خدا کی طرف مائل نہ تھا جیساکہ اُس کے باپ داؤد کا دل تھا۔ پھر اسی باب کی آیت ۶ میں ارشاد ہؤا ہے کہ اُسنے (یعنی سلیمان نے) خداوند کی پوری پیروی اپنے باپ داؤد کی طرح نہ کی۔ دیکھئے ان مقامات مذکورہ بالا سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے کوئی کام خلاف مرضی خداوند تعالے نہیں کیا بلکہ وہی کام کرتے رہے جو خداوند کریم کے منظور نظر تھے اسی لئے آپ کے چال چلن رویے اور طریقے کو باربار خداوند کریم بطور نظیر حضرت سلیمان علیہ السلام کے پیش کرتا رہا۔ پس یہاں سے صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے جتنے فعل و افعال تھے سب حسب مرضی خداوند تعالے ہی تھے اب یا تو یہ مقامات مذکورہ بالا حضرت داؤد علیہ السلام

کے کسی خوشامدی نے پیچھے سے لاحق کر دئے ہیں تو اب تحریف میں کیا کلام ہے یا وہ قصہ کسی دشمن نے حضرت داؤد علیہ السلام پر تہمت لگانے کی غرض سے لکھ رکھا ہے - علاوہ ازیں اگر اس تہمت کو حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں مسلم رکھا جاوے اور اُدھر یہ اُن کی تعریفیں جو خداوند تعالے نے کتاب سلاطین اول کے مندرجہ بالا مقامات میں کی ہیں بجا سمجھی جائیں تو لازم آتا ہے کہ اُس زمانے کے زانی مستحق عذاب نہوں کیونکہ اُس زمانے کے نبی یعنی داؤد علیہ السلام نے بھی خداوند تعالے کی مرضی سے زنا کیا- لیکن اگر خدا ایسے کام اپنی مرضی سے کرواتے ہیں تو اَے صاحبو ہم ایسے خدا کو خدا نہیں کہتے ہماری روایات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ مردود ہے چنانچہ ہمارے پیشوائے دین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی گمان کرے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے زوجۂ اوریا سے نکاح کیا ہے میں اُسکو دو حد لگاؤنگا ایک حد تو داؤد علیہ السلام کی نبوت کے واسطے اور ایک حد اُسکے اسلام کے واسطے اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ جو کوئی روایت کرے داؤد علیہ السلام کی اُس طرح سے جیسے کہ قصہ گو بیان کرتے ہیں تو میں اُسکو ایک سو ساٹھ (۱۶۰) درے لگاؤنگا دیکھو تفسیر عمدۃ البیان جلد دوم صفحہ ۲۵۱ مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی سنہ ۱۳۰۲ ہجری اور اسی طرح مشہور کتاب عقائد عظیم مولانا محمد رمضان صاحب مہمی کے صفحہ ۵۷ سطر ۱۶ میں بھی یہی حد مارنا مسطور ہے ٭

قولہ مگر اسوقت ہم صرف اُن آیتوں کو ناظرین کے ملاحظہ کے لئے پیش کرتے ہیں جن سے نبی اولوالعزم کی حالت جیسی قرآن میں پائی جاتی ہے ظاہر ہے - اول حضرت آدمؑ کی بابت سورۂ بقر کے ۴ رکوع میں لکھا ہے وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ○ فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ - وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ - فَتَلَقَّىٰ آدَمُ مِن رَّبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ - إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○

ترجمہ - یعنی اور کہا ہم نے اے آدم بس رہ تو اور تیری عورت جنت میں اور کھاؤ

اُس میں محفوظ ہو کر جس جگہ چاہو اور نزدیک نہ جاؤ اس درخت کے پھر تم بے انصاف ہو گے۔ پھر ڈگایا اُن کو شیطان نے اُس سے پھر نکالا اُن کو وہاں سے جس آرام میں تھے اور کہا ہم نے تم سب اُترو۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تم کو زمین میں ٹھیرنا ہے اور کام چلانا ایک وقت تک۔ پھر سیکھ لیں آدم نے اپنے رب سے کئی باتیں پھر متوجہ ہوا اُس پر۔ بر حق وہی ہے معاف کرنیوالا مہربان۔ ہم نے کہا تم اُترو یہاں سے سارے پھر کبھی پہنچے تم کو میری طرف سے راہ کی خبر تو جو کوئی چلا میرے بتائے پر نہ ڈر ہوگا اُن کو اور نہ غم۔

ایسا ہی سورۂ اعراف کے دوسرے[1] رکوع میں اور سورۂ طٰہٰ کے ۷ رکوع میں[2] لکھا ہے

[1] یَا اٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ فَکُلَا مِنْ حَیْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا ھٰذِہِ الشَّجَرَۃَ فَتَکُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ فَوَسْوَسَ لَھُمَا الشَّیْطٰنُ لِیُبْدِیَ لَھُمَا مَا وٗرِیَ عَنْھُمَا مِنْ سَوْاٰتِھِمَا وَقَالَ مَا نَھٰکُمَا رَبُّکُمَا عَنْ ھٰذِہِ الشَّجَرَۃِ اِلَّا اَنْ تَکُوْنَا مَلَکَیْنِ اَوْ تَکُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِیْنَ ۝ وَقَاسَمَھُمَا اِنِّیْ لَکُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ ۝ فَدَلّٰھُمَا بِغُرُوْرٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَۃَ بَدَتْ لَھُمَا سَوْاٰتُھُمَا وَطَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْھِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّۃِ وَنَادٰھُمَا رَبُّھُمَا اَلَمْ اَنْھَکُمَا عَنْ تِلْکُمَا الشَّجَرَۃِ وَاَقُلْ لَّکُمَا اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمَا عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔

ترجمہ۔ اور اے آدم بس تو اور تیرا جوڑ جنت میں رہو پھر کھاؤ جہاں سے چاہو اور پاس نہ جاؤ اس درخت کے پھر تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے پھر بہکایا ان کو شیطان نے کہ کھول ظاہر کر دے ان پر ان کے پوشیدہ عیب۔ اور کہا تم کو تمہارے رب نے اس درخت سے منع نہیں کیا مگر اسواسطے کہ فرشتے بن جاؤ یا ہمیشہ جینے والے ہو جاؤ اور ان کے سامنے قسم کھائی کہ میں تمہیں نصیحت کرنے والا ہوں۔ پھر ان کو فریب سے ڈھلا لیا۔ پھر جب انہوں نے اس درخت سے چکھا ان کے عیب ان پر کھل گئے اور اپنے اوپر بہشت کے پتے جوڑنے لگے۔ پھر پکارا ان کو ان کے رب نے میں نے تم کو اس درخت سے منع نہیں کیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ شیطان تمہارا صاف دشمن ہے۔ دونو نے کہا کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نہ بخشے اور رحم نہ کرے تو ہم نامرادوں میں سے ہونگے۔

[2] فَوَسْوَسَ اِلَیْہِ الشَّیْطٰنُ قَالَ یٰاٰدَمُ ھَلْ اَدُلُّکَ عَلٰی شَجَرَۃِ الْخُلْدِ وَمُلْکٍ لَّا یَبْلٰی ۝ فَاَکَلَا مِنْھَا فَبَدَتْ لَھُمَا سَوْاٰتُھُمَا وَطَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْھِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّۃِ وَعَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی ۝ ثُمَّ اجْتَبٰہُ رَبُّہٗ فَتَابَ عَلَیْہِ وَھَدٰی ۝

ان آیتوں کی تعلیم ایسی صاف ہے کہ لمبی تفسیر کرنے کی ضرورت نہیں ان سے معلوم ہوا کہ اول آدم کے روبرو شیطان اللہ تعالے کا باغی اور نافرمان بردار ہو کر مردود ہوا۔ دوم یہ کہ اللہ تعالے نے آدم کو سمجھا کر کہا کہ اے آدم یہ دشمن ہے تیرا اور تیری جورو کا۔ سوم خدا نے آدم کو سدا جینے کے درخت کی بابت فرمایا کہ پاس نہ جاؤ اُس درخت کے پھر تم ہوگے گنہگار۔ چہارم شیطان نے فرشتہ ہونے یا ہمیشہ کی زندگی یا بادشاہی کا جو پرانی نہ ہو لالچ دلاکر اُنہیں بہکا دیا کہ وے دونو اُس ممنوعہ درخت میں سے کھا گئے۔ پنجم یہ کہ اُسی وقت شرمندہ ہوکے بہشت کے پتوں سے اپنے بدن کو ڈھانپا۔ پس اس حرکت سے معلوم ہوا کہ اُنھوں نے اپنے میں بدی اور ناپاکی کو دریافت کیا۔ ششم یہ کہ خدا نے اس حالت میں پاکر اُن کو پکارا کہ میں نے منع نہ کیا تھا تم کو اس درخت سے اور کہا تھا کہ شیطان تمہارا دشمن صاف ہے۔ ہفتم کہ وے اپنے گناہ سے نہایت پشیمان ہوکر بولے کہ اے رب ہمارے ہم نے خراب کیا اپنی جان کو اور اگر نہ بخشے تو ہم کو اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ہو جائیں نامراد۔ ہشتم اللہ تعالے نے اُن کو بہشت سے نکال دیا اور فرمایا کہ تم کو زمین میں ٹھیرنا ہے اور کام چلانا ایک وقت تک۔ نہم یہ کہ اللہ تعالے نے اُن کی بری حالت پر رحم کرکے اُن کو بخش دیا اور صراط مستقیم پر لایا۔ اس سے ناظرین پر صاف آشکارا ہے کہ بموجب تعلیم قرآن آدم صفی اللہ معصوم نہیں ہے +

جواب اول حضرت آدم علیہ السلام کی یہ خطا شرعی نہیں ہے جس کے سبب سے حضرت آدم علیہ السلام کی معصومی میں خلل آئے اور عصمت قائم نہ رہے کیونکہ یہ خطا آدم علیہ السلام سے بھول کر ہوئی ہے قصداً و ارادۃً نہیں ہوئی اور جو کام سہواً اور بھول کر ہو جائے وہ گناہ شرعی نہیں ہو سکتا بلکہ اسکو لغزش کہا جائیگا چنانچہ ہم تمہید میں پادری فنڈر صاحب کا یہ قول نقل کرچکے ہیں کہ گناہ کا ظہور اور انجام تین شرطوں پر منحصر ہے۔ پہلے یہ کہ شریعت مقرر ہو

ترجمہ۔ پھر شیطان ملے اس کے جی میں ڈالا کہا اے آدم میں تجھے سدا جینے کا درخت اور پرانی نہونے والی بادشاہی بتاؤں۔ پھر دونو اس میں سے کھا گئے اور ظاہر ہو گئے ان کے عیب اور لگے اوپر بہشت کے پتے جوڑنے لگے اور آدم نے اپنے رب کا حکم ٹالا پھر راہ سے بہکا پھر اسکو اسکے رب نے چن لیا اور اس پر متوجہ ہوا اور اُسے راہ پر لایا +

دوم آدمی اُسے جانے۔ سوم وہ فاعل مختار ہو۔ ناظرین با انصاف لفظ فعل مختار پر غور فرمائیں کہ کیا سوتے ہوئے انسان سے اگر کوئی خطا ہو جائے یا بھول کر اور سہوًا کوئی حکم خداوندی ترک ہو جائے اور اس میں انسان کی فعل مختاری اور ارادہ معطل ہو جائے تو پھر وہ کام کیونکر گناہ شرعی ٹھیر سکتا ہے۔ دیکھئے حالت روزہ میں کھانا پینا قطعًا منع ہے مگر سہوًا اگر کچھ کھایا پیا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا چنانچہ بخاری شریف و مسلم شریف میں حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ نَسِیَ وَھُوَ صَائِمٌ فَاَکَلَ اَوْشَرِبَ فَلْیُتِمَّ صَوْمَہٗ فَاِنَّمَا اَطْعَمَہُ اللّٰہُ وَسَقَاہُ۔ متفق علیہ۔ یعنی فرمایا سید نا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس نے روزے کی حالت میں بھولکر کھا پی لیا پس وہ روزے کو شام تک پورا ہی کرے (اُسکا کچھ بگڑا نہیں) کیونکہ اللہ تعالےٰ ہی نے اُسکو کھلایا پلایا ہے اُسنے کچھ اپنی طرف سے یہ جرأت نہیں کی ہے متفق علیہ۔ دیکھئے جب بھولکر اور سہوًا کھانا پینا حالت روزہ میں مخل روزہ نہیں بلکہ اُسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انعام خداوندی فرمایا تو حضرت آدم علیہ السلام کی خطا جو بالکل بھولکر اور سہوًا ہوئی ہے اور جسپر خود خداوند کریم اپنی کلام قدیم یعنی قرآن شریف سورۂ طٰہٰ رکوع ۷ میں شاہد ہے وَلَقَدْ عَھِدْنَا اِلٰی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ یعنی اور بیشک ہم نے آدم کے ساتھ اس سے پہلے عہد کیا تھا پھر وہ بھول گیا۔ دیکھئے یہ لفظ فَنَسِیَ حضرت آدم علیہ السلام کی بھول پر کیسی صاف صاف شہادت خداوندی سے موجود ہے اور بھول چوک کر کوئی خطا ہو جانا یہ طاقت انسانی سے باہر ہے اور جو کام طاقت انسانی سے باہر ہے اُسکو انسان کے ذمہ اللہ تعالےٰ نہیں لگاتا چنانچہ قرآن کریم کی یہ تعلیم سورۂ بقر رکوع ۴۰ میں موجود ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا یعنی نہیں تکلیف دیتا اللہ کسی شخص کو مگر اُس کی طاقت کے موافق اور خطاے بھول و چوک کی معافی پر ہم کو خداوند کریم نے یہ دعا تعلیم فرمائی ہے رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا یعنی اے ہمارے مالک نہ پکڑ ہم کو ہماری بھول چوک پر سورۂ بقر رکوع ۴۰ +

جواب ثانی اصل میں اس خطا کے مرتکب حضرت آدم علیہ السلام

نہیں ہیں دیکھو پیدایش باب ۳ میں صاف لکھا ہے کہ اول وہ منع کیا ہوا پھل حضرت حوا علیہ السلام نے شیطان کے درغلانے سے توڑا اور خود ہی کھایا بعد حضرت آدم علیہ السلام کو دیا اور اسی بیان کے موافق پولوس صاحب اپنے خط اول تمطاؤس باب ۲ آیت ۱۴ میں فرماتے ہیں - اور آدم نے فریب نہیں کھایا پر عورت فریب کھا کے گناہ میں پھنسی - اور ایسے ہی خط دوم قرنتیون باب ۱۱ آیت ۳ میں ہے کہیں ایسا نہ ہووے کہ جیسے سانپ نے اپنی دغا بازی سے حوا کو ٹھگا ویسے ہی تمہارے دل بھی اس صفائی سے جو مسیح میں ہے پھر کے خراب ہو جاویں - اب ہو سکتا ہے کہ یہ خطا حضرت آدم علیہ السلام سے اجتہادی ہوئی ہو کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کے خیال مبارک میں یہ بات آئی ہو کہ مجکو خداوند کریم نے درخت ممنوعہ کے نزدیک جانے سے منع کیا ہے نہ پھل کھانے سے اور میں تو درخت کے نزدیک گیا ہی نہیں اور یہ اجتہادی خطا خطاے شرعی نہیں ہوسکتی پھر حضرت آدم علیہ السلام گنہگار کیونکر ہوئے ؟

اگر کوئی معترض یہ اعتراض پیش کرے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے گناہ شرعی کیا ہی نہیں پھر جنت سے کیوں نکالے گئے تو اس کا جواب یہ ہے - کہ حضرت آدم علیہ السلام کو خداوند کریم نے جنت میں کونسے اعمال حسنہ کے بدلے داخل کیا تھا - ہر کوئی جانتا ہے کہ اُسوقت کوئی شریعت الٰہی مقرر نہ تھی جسکے روسے وہ نیک اعمال کماتے - پس جب دخول جنت نیک اعمال سے نہیں تو خروج جنت بھی گناہ کے باعث نہیں ہو سکتا - اور ہم کہتے ہیں کہ جنت سے اُترنا حضرت آدم علیہ السلام کا صرف انتقال مکان تھا - کیونکہ خداوند کریم کو منظور تھا کہ انکو پیغمبری کا منصب عطا فرمائے اور پیغمبری نہیں ہوسکتی جبتک اولاد کا سلسلہ جاری نہو اسلئے حضرت آدم علیہ السلام زمین پر اُتارے گئے اور بقول مفسر صاحب معالم التنزیل کے جب آپ کی اولاد بیس ہزار کے قریب ہو گئی تو خلعت نبوت سے ممتاز فرمائے گئے چونکہ شرف نبوت خداوند کریم کے نزدیک ساری مخلوق کے اعلے مراتب میں سے افضل ترین ہے اس لئے حضرت آدم علیہ السلام کو یہ شرف عطا فرمایا جانا خداوند کریم کی کمال مہربانی اور شفقت کی پختہ دلیل ہے اور اسی سے واضح ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا جنت سے نکالا جانا باعث گناہ نہیں تھا

سلہ آیت ۴ تا ۶ تب سانپ نے عورت سے کہا کہ تم ہرگز نہ مرو گے بلکہ خدا جانتا ہے کہ جس دن اسے کھاؤ تمہاری آنکھیں کھل جائینگی اور تم خدا کی مانند نیک و بد کے جاننے والے ہو جاؤ گے - اور عورت نے جوں دیکھا کہ وہ درخت کھانے میں اچھا اور دیکھنے میں خوشنما اور عقل بخشنے میں خوب ہے تو اس کے پھل میں سے لیا اور کھایا اور اپنے خصم کو بھی دیا اور اُس نے کھایا ٭

بلکہ عین رحمت الٰہی تھی +

قولہ بموجب تعلیم اسلام کے بعد حضرت آدم کے حضرت نوحؑ نبی الوالعزم ٹھیرے اُن کے حق میں قرآن میں صرف دو آیتیں ہماری نظر سے گذریں جو تحریر ہذا کے مضمون کے متعلق ہیں۔ چنانچہ سورۂ ہود کے ۴ رکوع میں لکھا ہے کہ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَيْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ وَ اِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَ تَرْحَمْنِیْ اَكُنْ مِّنَ الْخَاسِرِیْنَ ٥ ترجمہ۔ یعنی بولا (نوح اے رب میں تجھ سے پناہ لیتا ہوں اِس سے کہ تجھ سے وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں اور اگر تو نہ بخشے مجکو اور رحم نہ کرے تو میں ہوں زیانکاروں میں +

جواب حضرت نوح علیہ السلام کا اصل قصہ یوں ہے کہ طوفان آنے پر آپ کا ایک بیٹا کفار میں گیا جب تمام کفار غرق ہونے لگے تو آپکو اپنا فرزند بھی ڈوبتا ہوا نظر آیا لیکن آپ کو اس کے کفر اور عقیدۂ بد کی مطلق خبر نہ تھی جوش محبت پدری کے باعث آپ نے اپنے بیٹے کی نجات کے بارہ میں جناب احدیت میں سوال کیا جواب ملا کہ اے (نوح علیہ السلام) جس بات کا تجکو علم ہی نہیں اس میں سوال کرنا کیا معنی اور بطور آداب سکھلانے کے خداوندکریم حضرت نوح علیہ السلام کو پہلی آیت میں ارشاد فرماتا ہے۔ اِنِّیْ اَعِظُكَ تحقیق میں نصیحت کرتا ہوں تجھے اور منع کئے دیتا ہوں اَنْ تَكُوْنَ یہ کہ ہو تو مِنَ الْجٰهِلِیْنَ نادانوں میں بسبب ناجائز سوال کرنے کے الخ (تفسیر قادری جلد اول صفحہ ۴۰۴) دیکھئے حضرت نوح علیہ السلام کا یہ سوال کرنا اپنے بیٹے (جو منافق تھا) کی بابت صرف لاعلمی کے باعث تھا اور خداوندکریم نے حضرت نوح علیہ السلام کو ازراہ تادیب فرمادیا کہ اے نوح (علیہ السلام) آئندہ اس قسم کے سوال مت کرنا ورنہ بیموقع سوال کرنے سے انسان نادان شمار کیا جاتا ہے۔ کیا اس لاعلمی کے سوال پر بھی پادری صاحب حضرت نوح علیہ السلام کو گنہگار ہی کہینگے اور خداو غضب خدائے سخت گیر سے نہ ڈرینگے + ؟

ہاں اے پادری صاحب یہ لاعلمی کی حالت میں سوال کرنا کون سے حکم خداوندی کے خلاف ہے جس کے سبب آپ اس امر کو گناہ میں داخل کرتے ہیں اور نوح علیہ السلام کی صداقت اور پاکبازی پر تو خود خداوندکریم توریت مقدس میں شاہد ہے دیکھو کتاب پیدائش باب ۶ آیت ۹ میں لکھا ہے۔ نوح اپنے قرنوں میں صادق

اور کامل تھا اور نوح خدا کے ساتھ چلتا تھا۔ پھر کتاب ایضًا باب ۷۔ آیت اول میں موجود ہے۔ میں نے تجھی کو اپنے حضور میں اِس زمانہ کے درمیان صادق دیکھا۔ دیکھئے پادری صاحب حضرت نوح علیہ السلام کی معصومی اور صداقت تو توریت سے بھی اظہر من الشمس ہے کیا آپ کے نزدیک توریت قابل اعتبار نہیں

قولہ پھر سورۂ نوح کے ۲ رکوع میں لکھا ہے کہ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔ یعنی اے رب معاف کر مجکو اور میرے ماباپ کو اور جو آوے میرے گھر میں ایماندار مردوں اور عورتوں کو ان دونوں آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ اوّل حضرت نوحؑ اپنے ماباپ کو گنہگار تصور کر کے اُن کے لئے معافی مانگتے تھے اور دوئم اپنے کو بھی جو گنہگار کے نطفہ سے پیدا ہوئے گنہگار سمجھکر اللہ تعالے سے مغفرت کے لئے ملتجی ہوئے اور سوئم اپنے گناہوں سے یہانتک قائل ہیں کہ نہایت عاجزی کے ساتھ منت کرتے ہیں کہ اگر تو نہ بخشے مجکو اور رحم نہ کرے تو میں ہوں خرابی والوں میں۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت نوحؑ نبی اللہ پر معصومیت صادق نہیں ہو سکتی

جواب حضرت نوح علیہ السلام کا اپنے ماباپ اور اپنے حق میں دعا مغفرت کرنا یہ کچھ گنہگاری پر دلیل نہیں ہو سکتی کیونکہ خاصان خدا کا یہ طریق ہے کہ کل امرو نہی خداوندی بے نقص ادا کر کے پھر بھی بطور کسر نفسی توبہ و استغفار کرتے ہیں۔ حضرت عیسے علیہ السلام کی تعلیم بھی یہی ہے۔ دیکھو انجیل لوقا باب ۱۷ آیت ۱۰۔ جہاں لکھا ہے اسی طرح تم بھی جب سب کچھ جو تمہارے لئے فرمایا گیا کر چکو تو کہو کہ ہم نالائق بندے ہیں کیونکہ جو ہم پر کرنا واجب تھا وہی کیا ہے

دیکھئے پادری صاحب مقبولان خدا کی یہ تعریف ہے کہ کل احکام شریعت الٰہی کو پورے پورے بے عیب و قصور ادا کر کے پھر بھی اپنے آپ کو نالائق بندے قرار دینا اُن کی کمال فروتنی اور پورے پورے خدا کے بندے ہونے کی دلیل ہے اگر پادری صاحب بزرگان دین کے ان الفاظ کو جو انہوں نے بطور کسر نفسی اپنے آپ کو نالائق بندے فرمایا ہے واقعی اُن کو نالائق بندے تصور فرما کر اپنے جیسے نافرمان و گنہگار خیال کریں تو یہ پادری صاحب کی زبردستی اور اپنے ہی خیال کی دھن ہے وہ تو خدا و خلق خدا کے نزدیک معصوم و بے گناہ ہی ہیں ✤

قولہ بعد حضرت نوحؑ کے حضرت ابراہیمؑ نبی الو العزم کی قدر و منزلت منسوب
کیجاتی ہے اُن کے حق مین بھی قرآن کی دو ہی آیتیں حسب مضمون ہذا ہماری
نظر سے گذریں چنانچہ ذیل میں درج کیجاتی ہیں سورۂ ابراہیم ۶ رکوع میں
لکھا ہے کہ رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ ۔ وَمَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ
مِن شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ
إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ ۔ إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ
وَمِن ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ
يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ۝ یعنی اے رب ہمارے تو تو جانتا ہے جو ہم
چھپاویں اور جو کھولیں اور چھپا نہیں اللہ پر کچھ زمین میں نہ آسمان میں
شکر ہے اللہ کو جس نے بخشا مجکو بڑی عمر میں اسمعیل اور اسحاق ۔ بیشک
میرا رب سنتا ہے پکار ۔ اے رب میرے کر مجکو کہ قائم رکھوں نماز اور
بعضے میری اولاد کو ۔ اے رب میرے قبول کر میری دعا اے رب ہمارے
بخش مجکو اور میرے ماباپ کو اور سب ایمان والوں کو جس دن کھڑا ہووے
حساب ۔ اور سورۂ ممتحنہ کے ایک رکوع میں لکھا ہے کہ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا
وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ۔ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ
كَفَرُوا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ
فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ ۔
یعنی اے رب ہمارے تجھ پر بھروسا کیا ہم نے اور تیری طرف رجوع ہوئے
اور تیری طرف ہے پھر آنا اے رب ہمارے نہ جانچ ہم پر کافروں کو اور ہم کو معاف
کر اے رب ہمارے تو ہی ہے زبردست حکمت والا البتہ تم کو بھلی چال
چلنی ہے اُن کی جو کوئی امید رکھتا ہو اللہ کی اور پچھلے دن کی ۔ جو کچھ
ہم نے حضرت نوحؑ کے حق میں فقرات مذکورہ بالا میں لکھا ہے سو ہی حضرت
ابراہیمؑ کے حق میں عائد ہو سکتا ہے ۔

جواب ہم بھی جواب کو طول دینا پسند نہیں کرتے جو کچھ حضرت
نوحؑ علیہ السلام کی دعا و استغفار کے باب میں لکھا گیا ہے وہی حضرت
ابراہیم علیہ السلام کے حق میں بھی کافی و شافی جواب ہے بلکہ حضرت ابراہیم
علیہ السلام کی بابت کوئی قصہ بھی ایسا اور نہیں جسکی تاویل کی ضرورت ہو ۔

قولہ چوتھے نبی اولوالعزم حضرت موسےٰ گنے جاتے ہیں ان کے حق میں قرآن کے دو مقاموں میں سے اقتباس کر کے ناظرین کے ملاحظہ کے واسطے ذیل میں لکھتے ہیں۔ چنانچہ سورۂ اعراف کے ۱۸ رکوع میں لکھا ہے کہ

وَلَمَّا رَجَعَ مُوسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْ بَعْدِيْ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۔ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ یعنی اور پھر جب آیا موسےٰ اپنی قوم میں غصہ بھرا اور افسوس۔ بولا کیا بُری نیابت کی تم نے میری بعد میرے کیوں جلدی کی اپنے رب کے حکم سے اور ڈالیں تختیاں اور پکڑا سر اپنے بھائی کا لگا کھینچنے اپنی طرف وہ بولا کہ اے میری ماں کے جنے لوگوں نے مجھے بودہ سمجھا اور نزدیک تھے کہ مجھ کو مار ڈالیں۔ سو مت ہنسا مجھ پر دشمنوں کو اور نہ ملا مجھکو گنہگار لوگوں میں۔ بولا اے رب معاف کر مجکو اور میرے بھائی کو اور ہم کو داخل کر اپنی رحمت میں اور تو ہے سب سے زیادہ رحم کرنے والا۔ اور پھر ۱۹ رکوع میں لکھا ہے کہ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ۔ یعنی بولا اے رب اگر تو چاہتا پہلے ہی ہلاک کرتا انکو اور مجکو۔ کیا ہلاک کریگا ہم کو ایک کام پر جو کیا ہمارے احمقوں نے یہ سب تیرا آزمانا ہے۔ بچلا دے اس میں جس کو چاہے اور راہ دکھا دے جس کو چاہے تو ہے ہمارا تھامنے والا سو بخش ہم کو اور مہر کر ہم پر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا اور لکھ دے ہمارے واسطے اس دنیا میں نیکی اور آخرت میں ہم رجوع لائے تیری طرف۔ اور پھر سورۂ قصص کے ۲ رکوع میں لکھا ہے کہ

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ - قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ - اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ○

یعنی اور آیا شہر کے اندر جس وقت بے خبر سوتے تھے وہاں کے لوگ پھر پائے اُس میں دو مرد لڑتے یہ اُس کے رفیقوں میں اور یہ اُس کے دشمنوں میں۔ پھر فریاد کی اُس پاس اُس نے جو تھا اُس کے رفیقوں میں اُس کی جو تھا اُسکے دشمنوں میں۔ پھر مکا مارا اُسکو موسٰے نے پھر اُس کو تمام کیا۔ بولے یہ ہوا شیطان کے کام سے۔ بیشک وہ دشمن ہے بہکانے والا صریح۔ بولا اے رب میں نے بُرا کیا اپنی جان کا سو بخش مجکو پھر اُس کو بخش دیا۔ بیشک وہی ہے بخشنے والا مہربان۔ بولا اے رب جیسا تو نے فضل کیا مجھ پر پھر میں کبھی نہ ہونگا مددگار گنہگاروں کا +

جواب پادری صاحب نے حضرت موسٰے علےٰ نبینا وعلیہ السلام کے بارے میں قرآن شریف کے دو مقام نقل کئے ہیں اوّل سورۂ اعراف رکوع ۱۸ و ۱۹ دوم سورۂ قصص رکوع ۲

سورۂ اعراف کے ہر دو مقام میں قوم کی گوسالہ پرستی کا ذکر ہے۔ اب نہیں معلوم کہ اس قصۂ گوسالہ پرستی میں حضرت موسٰے علےٰ نبینا وعلیہ السلام کا کیا قصور ہے جس کی وجہ سے پادری صاحب ان کو گنہگار ٹھیراتے ہیں۔

ناظرین توریت و قرآن شریف پر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ بروقت گوسالہ پرستی جناب موسٰے علےٰ نبینا وعلیہ السلام کوہ طور پر تشریف لیگئے ہوئے تھے۔ جب وہ کوہ طور سے تشریف لائے اور یہ بدترین فعل دیکھا تو فرمایا اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا اے خداوند کیا تو ہمیں ہلاک کریگا اس کام کی وجہ سے جو ہمارے احمقوں اور نادانوں نے کیا ہے دیکھو سورۂ اعراف رکوع ۱۹ اور حضرت ہارون علیہ السلام نے قوم کو اس بدکام سے بہت کوشش کرکے منع کیا دیکھو سورۂ طٰہٰ رکوع ۵ وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا

فَتِنْتُمْ بِہٖ وَاِنَّ رَبَّکُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِیْ وَاَطِیْعُوْٓا اَمْرِیْ اور اُن کو ہارون نے پہلے سے کہا تھا اے قوم اور کچھ نہیں تم کو اس بات پر بہکا دیا گیا ہے اور تمہارا رب رحمان ہے سو میری راہ چلو اور میری بات مانو۔ دیکھئے ازروے قرآن شریف گوسالہ پرستی صرف قوم نے ازراہ جہالت کی تھی اور حضرت موسےٰ و ہارون علیہ السلام بالکل اس ناپاک کام سے بری ہیں پھر گوسالہ پرستی کے قصہ میں حضرت موسےٰ علیہ السلام کا ذکر کرکے بد نتیجہ نکالنا پادری صاحب ہی کی عقل کا حصہ ہے +

باقی رہا قتل قبطی جس کی وجہ سے پادری صاحب خون ناحق کا الزام حضرت موسے علیہ السلام پر لگاتے ہیں سو یہ قتل کا واقع شریعت نازل ہونے سے پہلے ہؤا جیسا کہ خروج باب ۲ و ۳ سے ظاہر ہے سو اس امر میں حضرت موسےٰ علیہ السلام گنہگار ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ عیسائیوں کے پیشوا حضرت پولوس صاحب اپنے خط رومیوں باب ۴۔ آیتہ ۱۵ میں فرماتے ہیں کہ جہاں شریعت نہیں وہاں گناہ بھی نہیں پھر خط مذکور باب ۵۔ آیتہ ۱۳ میں لکھتے ہیں پر جہاں شریعت نہیں گناہ گنا نہیں جاتا۔ اس کے علاوہ جس وقت قبطی مارا گیا ہے اُس وقت حضرت موسےٰ علیہ السلام فرعون کے بیٹے کہلاتے تھے جیسا کہ خروج باب ۲ آیت ۱۰ میں ہے جب لڑکا بڑھا وہ اُسے فرعون کی بیٹی پاس لائے اور وہ اس کا بیٹا ٹھیرا۔ اور انہوں نے اس حالت میں بنی اسرائیل کے ایک فرد پر نہایت سخت ظلم ہوتے دیکھکر قبطی کو جو ظلم کر رہا تھا بطور تنبیہ جس کا حق اُسے حاصل تھا۔ نہ بارادہ قتل مُکّا مارا جس کی وجہ سے وہ مرگیا۔ اور حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اس خوف سے کہ چونکہ مقتول بادشاہ کا ہم قوم ہے اس کی رعایت کی وجہ سے مجھ پر سختی نہ کی جائے اسے ایت میں چھپا دیا۔ اور دوسرے دن اس بھید کے ظاہر ہو جانے پر وہاں سے بھاگ گئے۔ اس بیان سے ظاہر ہے کہ قتل ارادے سے نہیں ہؤا بلکہ ایک مظلوم کو ظالم کے ہاتھ سے رہائی دلانے کے واسطے جس سے یہ حق حاصل تھا ایسے طریق سے ہؤا جس کا نتیجہ مارا جانا قرین قیاس نہ تھا۔ اور اسیواسطے یہ کام گناہ نہیں ہو سکتا

قولہ اب ہم حضرت محمدؐ صاحب کی طرف جن کو اہل اسلام چھٹے نبی اولوالعزم بلکہ خاتم النبیین و شفیع المذنبین سمجھتے ہیں متوجہ ہوتے ہیں تاکہ ظاہر ہو کہ بموجب تعلیم قرآن وہ معصوم ہیں کہ نہیں۔ چنانچہ سورۂ توبہ کے ۷ رکوع میں

لکھا ہے کہ عَفَا اللّٰہُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِيْنَ - یعنی اللہ بخشے تجکو کیوں رخصت دی تو نے اُن کو جب تک معلوم ہوتے تجکو جنہوں نے سچ کہا اور جانتا تو جھوٹوں کو - پھر سورۂ مومنون کے ۶ رکوع میں لکھا ہے فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ یعنی سو تو ٹھیرا رہ بیشک اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے - اور بخشوا اپنا گناہ اور پاکی بول اپنے رب کی خوبیاں شام کو اور صبح کو - جو لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں میں بغیر کچھ سند کے جو پہنچی ہو اُن کو اور کچھ نہیں اُن کے جی میں غرور ہے کہ کبھی نہ پہنچینگے اُس تک سو تو پناہ مانگ اللہ کی بیشک وہی ہے سنتا دیکھتا اور سورۂ محمدؐ کے ۲ رکوع میں لکھا ہے کہ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ یعنی سو جان رکھ کہ کسی کی بندگی نہیں سوائے اللہ کے اور معافی مانگ اپنے گناہ کے واسطے اور ایماندار مردوں اور عورتوں کے لئے - اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا - یعنی ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا معاف کرے تجکو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے اور پورا کرے تجھ پر احسان اپنا اور چلاوے تجکو سیدھی راہ ۔

جواب - اِن مغالطات پادری صاحب کے پانچ جواب ہیں -

اوّل گناہ اُس فعل انسانی کا نام ہے جو قصداً و ارادۃً کسی حکم خداوندی کی مخالفت میں کیا جائے - دیکھو تمہید نمبر اول - اب ہم پادری صاحب کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ آپ قرآن شریف کے خاص متن اور ترجمۂ تحت لفظی سے آنحضرت نبی کریم صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی گناہ شرعی قصداً و ارادۃً کرنا ثابت کر دیں جس طرح ہم نے حضرت یونس علیہ السّلام کے حالات کے جواب میں اعظم الحوارین جناب پطرس صاحب کی جھوٹی قسمیں کھانی اور مسیح علیہ السلام کی رسالت کا انکار کرنا خاص متن انجیل متی باب ۲۶ آیۃ ۷۲ و ۷۳

سے ثابت کر دیا ہے تو ہم پادری صاحب کو اور پادری صاحب کے علاوہ پادری صاحب کے مذہبی بھائیوں کو دو سو روپیہ انعام دینے کا وعدہ کرتے ہیں اور اس انعام مقررہ پر پادری صاحب اور پادری صاحب کے مذہبی بھائی جس طرح سے چاہیں اپنا اطمینان و خاطر جمع کریں اور ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ ساری دنیا بھی آپس میں ایکا کرے تو بھی کوئی گناہ شرعی آنحضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا از روے قرآن شریف ثابت نہ ہو سکیگا

دوم۔ یہ ہو سکتا ہے کہ آنحضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی خطا ترک اولے یا سہواً یا بطور لغزش کے جس کو مجازاً گناہ کہتے ہیں قبل از نبوت یا بعد نبوت ہو گئی ہو گو یہ خطا شرعی گناہ نہیں اور نہ اس پر مواخذہ ہے اور نہ کچھ مخل عصمت ہے پھر بھی چونکہ یہ امر شفیع کی علوشان کے لائق نہیں اس لئے خداوند کریم نے اپنے فضل وکرم سے اِن خفیف خطاؤں کی بخشش طلب کرنے کو ان آیات شریفہ میں ارشاد فرمایا ہو +

سوم۔ عیسائیوں کے عقیدے کے بموجب وہ فطرتی گناہ جس کی حقیقت ہم تمہید نمبر سوم میں بیان کر چکے ہیں یہاں مراد ہوں کیونکہ اس میں تو کچھ شک ہی نہیں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی گناہ شرعی خاص قرآن شریف سے ہمارا کوئی مخالف ثابت نہیں کر سکتا یہاں سوائے ترک اولے یا لغزش یا فطرتی گناہوں کے اور کیا مراد ہو سکتے ہیں اس لئے ہمارے تمام مفسرین کیا اہل شیعہ اور کیا اہل سنت والجماعت بالاتفاق ان آیات مذکورۂ بالا کے معنی یہی اقسام مذکورۂ بالا مراد لیتے ہیں +

چہارم۔ تمام عرب اور خصوصاً خاندان قریش قبل از پیدائش آنحضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سخت مرض بت پرستی میں از سرتا پا اسیر تھے حتے کہ خانۂ کعبہ میں بھی تین سو ساٹھ بت موجود تھے اور یہ خانۂ کعبہ آپ کے اجداد کی تحویل میں ہمیشہ سے چلا آتا تھا جب یہ بات معلوم ہو چکی تو کتاب خروج باب ۲۰۔ آیتہ ۵ میں اللہ تعالے فرماتا ہے کہ تو ان کے آگے یعنی بتوں کے مت جھک اور نہ انکی عبادت کر کیونکہ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں اور باپ دادوں کی بدکاریاں اُن کی اولاد پر جو مجھ سے عداوت رکھتے ہیں تیسری اور چوتھی پشت تک پہنچاتا ہوں۔ دیکھئے بموجب

حکم خداوند تعالے مندرجۂ کتاب خروج ماں باپ کے گناہوں کے بدلے اولاد چار پشت تک گناہ گار ہو سکتی ہے اور جو خداوند تعالے اس حکم کے دینے والا ہے وہی خدا قرآن شریف کے نازل کرنے والا ہے اس لئے وہ خداوند کریم آنحضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرکے فرماتا ہے اے ہمارے حبیب اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا تحقیق فتح دی ہم نے تجکو فتح ظاہر لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ تو کہ بخشے خدا تیرے پہلے گناہ (یعنی تیری پیدائش سے پہلے کے گناہ جو بموجب حکم تورات تیرے ماں باپ کی وجہ سے تیرے ذمے آئے تھے) وَمَا تَاَخَّرَ اور بعد تیرے انتقال کے (یعنی جو تیرے سلسلے میں ہوکر تیری اولاد کو بموجب حکم تورات پہنچنے والے تھے ہمینے وہ گناہ بھی بطفیل تیری عزت وحرمت کے بخشے)۔ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ اور تو کہ تمام کرے اللہ تعالے اپنے فضل وکرم سے نعمت اپنی اوپر تیرے۔ پس جبکہ قرآن شریف میں بطفیل آنحضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حکم تورات کی تکمیل پوری پوری اللہ پاک پروردگار نے کردی تو اب تمام امت کی گردن کو اس حکم تورات سے آزاد کرنے کے واسطے خداوند تعالے سورۂ بنی اسرائیل کے رکوع ۲ میں فرماتا ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى یعنی نہیں اُٹھاتا بوجھ ایک دوسرے کا کوئی دوسرا انتہٰی۔ سبحان اللہ قربان جائیے ایسے رسول پاک کے جس کے طفیل عام امت کی گردن سے حکم تورات کا بوجھ اُتارا گیا اور یہ خوشخبری دی گئی کہ اب تم اپنے اجداد کے گناہوں کی خاطر گناہ گار نہ ہوگے صرف اپنے ہی کئے کے ذمہ وار ہو +

پنجم۔ لغت میں توبہ رجوع کرنے کو کہتے ہیں۔ پس اس توبہ کے چند اقسام ہیں۔ ایک توبہ گناہ سے ہوتی ہے کہ گناہ سے نیکی کی طرف رجوع کیا اور یہ عام کی توبہ ہے۔ اور دوسری توبہ غفلت سے ہوتی ہے کہ غفلت چھوڑکر یاد الٰہی کی طرف رجوع کیا اور یہ خاص بندوں کی توبہ ہے اور اُس کو اَوْبہ بھی کہتے ہیں۔ اور تیسری توبہ ہے غیر اللہ کی طرف خیال اور التفات کرنے سے اور یہ اخص الخواص عارفوں اور انبیاؤں کی توبہ و استغفار ہے۔ پس یہ جو مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا کہ میرے دل میں غین یعنی کچھ کدورت آجاتی ہے تو اُس سے دن بھر میں اللہ سے سوبار بخشش مانگتا ہوں انتہےٰ سو اس توبہ اور استغفار آیات مندرجۂ بالا سے یہی اخیر قسم کی توبہ مراد ہے کہ خیالات بشریہ سے توبہ واستغفار کیا کرتے تھے کس لئے کہ بالاتفاق آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کبیرہ اور صغیرہ سے قبل وبعد از نبوت پاک تھے اور کبھی کوئی گناہ حضرت سے سرزد نہیں ہُوا۔ اللہ نے آپ کو معصوم رکھا اور یہ غین آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے گناہ اِس لئے قرار دیا گیا کہ آپ کی علوشان کے برخلاف تھا سو اُسکو اللہ تبارک وتعالےٰ نے معاف کر دیا اور آئندہ جو بتقاضاے بشریت کبھی ہوجاوے تو وہ بھی معاف فرمایا اس سے معلوم ہُوا کہ قرآن پاک میں گناہ سے مراد کبائر صغائر نہیں۔ جیسا کہ نصارے خصوصًا پادری صاحب یہ مراد لیتے ہیں اور آپ کو گنہگار قرار دیکر قابل شفاعت نہیں سمجھتے۔ کیونکہ اگر گناہ سے کبائر و صغائر مراد ہوں تو گویا اللہ تعالے آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آئندہ گناہ کرنے کی اجازت دیتا ہے سو یہ امر رسالت کے بالکل خلاف ہے اور اس سے خدا کا حضور علیہ السلام کو نبوت عطا فرمانا ایک عبث کام بن جاتا ہے۔ کیونکہ اس کو بھیجا تو خلق کی ہدایت کے لئے اور ساتھ ہی اُسے گناہ کرنے پر آمادہ کر کے لوگوں کو اس کی پیروی کا حکم دیکر گمراہی کا مرتکب بنادیا۔ وَتَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا اور اگر علےٰ سبیل فرض والمحال اِن مخالفوں کی بات کو تسلیم بھی کرلیویں تب بھی سرورِ کائنات اور کسی اور نبی میں کچھ عیب و نقص نہیں رہتا کیونکہ اللہ پاک نے جب بندے کو معاف کر دیا۔ صاف ہوگیا پھر وہ اور کی شفاعت کرے تو کیا محال ہے۔ ہاں اگر معاف نہ کیا جاوے اور مجرم ہی رہے البتہ اُس سے غیر کی شفاعت عقل کے نزدیک غیر مسلم ہے۔ لیکن یہاں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی گناہ ہی نہیں ہُوا جیسا کہ صدر میں بہ ثبوت کامل بیان کیا گیا +

علاوہ ازیں خود ہمارے مولے سید الرسل حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کوئی اُن کاموں میں سے جو جاہلیت والے کرتے تھے نہ چاہا کہ میں بھی کروں مگر دو وقت اور اُن دو نو وقت میں لطف الٰہی نے مجھے وہ کام کرنے نہ دیا اور اللہ تعالےٰ کا تھا منا معہ نگاہ رکھنا

میرے اور اُس کام کے بیچ میں حائل اور مانع ہوا اور وہ دو کام یہ تھے کہ ایک دن قریش مکے ایک نوجوان کو جو مکے کے باہر میرے ساتھ بکریاں اور بھیڑیاں چراتا تھا میں نے کہا میری بکریوں اور بھیڑیوں کی خبرداری کرتا کہ میں مکے میں جا کر وہ کہانیاں سنوں جو نوجوان بیان کیا کرتے ہیں۔ جب میں اس عزم سے شہر میں داخل ہؤا تو پہلے ہی گھر میں سے جو میرے سرِراہ تھا گانے بجانے کی آواز سُنی اور پوچھا کہ یہاں کیا ہے بولے کہ آج فلاں شخص کی فلانی عورت سے شادی ہوتی ہے یہ سنکر میں گیا اور چاہا کہ بیٹھکر تماشا دیکھوں۔ بیٹھتے ہی اللہ تعالے نے مجھپر نیند ایسی غالب کر دی کہ دن نکلنے تک نہ جاگا جب آنکھ کھلی تو وہ مجلس برخاست ہو چکی تھی۔ اسی طرح دوسری دفعہ پھر قصد کیا تو بھی میرے اور باجے گاجے کھیل تماشے اور قصے سننے کے درمیان نیند حائل ہوگئی اور خدا تعالے کے تھامنے اور نگاہ رکھنے کے سبب سے میں بچ رہا۔ پھر اُس سے کبھی میرے خیال میں نہ گزرا یہاں تک کہ مجھے اللہ تعالے نے اپنی رسالت اور پیغمبری سے سرافراز فرمایا اور اس پاکی اور پرہیزگاری کو دوچند کیا انتہے (از تفسیر عزیزی مطبوعہ مطبع چشمۂ فیض لکھنؤ ۱۲۹۶ھ ہجری) دیکھئے کہ جس حال میں انبیا پاک علیہم السلام کی ہر وقت اور ہر آن خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے نگہبانی و دستگیری ذری ذری بات کھیل تماشا وغیرہ میں فرماتا رہا تو کیا شرعی گناہ انبیاء علیہم السلام سے ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں ✦

قولہ واضح رہے کہ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ حالت وحی[ف] میں بھی گناہ ہوتے رہے چنانچہ آئت مذکورۂ بالا میں اُس کے گناہ سے جو آگے ہوئے مراد ہے وہ عشق حرام جو محمدؐ صاحب نے مریم نامی مصری لونڈی کے ساتھ کیا اور اُن گناہوں سے جو پیچھے رہے مراد ہے زید اپنے لے پالک بیٹے کی جورو کا چھین لینا دیکھو سورۂ احزاب رکوع پانچ ✦

جواب پادری صاحب کا یہ کہنا کہ وہ عشق حرام جو محمدؐ صاحب نے مریم ثانی مصری لونڈی سے کیا ہے اور خوبے ذہن سے ان کو مفسرین کے سر تھوپنا پادری صاحب کا محض بہتان ہے طالبان حق پر پوشیدہ نہ رہے کہ یہ قصہ افترائے محض ہے۔ روایات صحیحہ میں کہیں پتا نہیں۔ پادری صاحب سے کوئی یہ پوچھے کہ

[ف] یعنی پیغمبر ہو جانے کی حالت میں ✦

ماریہ قبطی کے ساتھ آں حضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کیا برتاؤ کیا۔ اگر پادری صاحب بیان کریں کہ حضرت نے قسم کھائی تھی کہ ماریہ سے صحبت نہ کرونگا پھر اُس کو جائز کر لیا جیسا کہ پادری عماد الدین صاحب کتاب تحقیق الایمان میں لکھتے ہیں۔ سو یہ روایت ہرگز قابل اعتبار نہیں۔ چنانچہ سورۂ تحریم کا نزول آں حضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اپنے نفس پر شہد کو حرام کرنے سے ہؤا ہے چنانچہ ایسا ہی حدیث صحیح میں آیا ہے اور ہمارے یہاں کی مستند کتاب صحیح بخاری میں لکھا ہے۔ علاوہ ازیں لونڈی کے ساتھ صحبت کرنا نہ شریعت موسوی میں گناہ ہے۔ نہ شریعت عیسوی میں اور نہ شریعت محمدی میں۔ پھر اس فعل کا گناہ ہونا پادری صاحب کہاں سے ثابت کرتے ہیں۔ اگر پادری صاحب اپنے گمان میں اُس کو بُرا سمجھکر گناہ کہتے ہیں تو اِس کا جواب یہ ہے کہ جن کے نزدیک شراب و سور حرام ہے وہ کہہ سکتے ہیں کہ جو شراب پئے وہ بڑا گنہگار ہے مثلاً حضرت مسیح نے شراب خواری کی ہے تو مطابق اس اعتقاد کے وہ گنہگار تھے۔ لیکن در حقیقت یہ بات درست نہیں۔ پس پادری صاحب کا یہ الزام لگانا بیگناہ کو ملزم بنانے کے سبب خود ان کا گناہ ہے نہ حضور علیہ السلام کا*

زید کی جورو یعنی حضرت زینب کا قصہ بھی کسی ملحد نے گھڑا ہے ہمارے علمائے محققین نے اس کا خوب رد کیا ہے چند علما کا نام مع حوالہ کتاب یہاں لکھتا ہوں (۱) علامہ تورپشتی اپنی کتاب المعتمد فی المعتقد میں لکھتے ہیں کہ آنچہ یاد کردہ اند کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم را بر زینب نظرے اُفتاد و علاقتے در وے پیدا شد دروغ محض و بہتان صریح است و ہرگز ناقلے کہ بہ نقل وے کم و بیش اعتقادے باشد یا راویئے کہ بروایت وے اعتمادے تواں کرد یاد نکردہ است۔ اس کے بعد وہ قصۂ صحیح نقل کرکے لکھا ہے وآنچہ وضاعان و بیدینان در زبان مردم انگندہ اند کہ نظر رسول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم بروے افتاد و گفت سبحان اللہ مقلب القلوب شعبۂ ایست از آنچہ منافقان گفتہ اند و ہیچ ناقلے کہ بنقل وے اعتمادے باشد آں را یاد نکردہ۔ انتہے دیکھئے علامہ موصوف نے کس قدر اس قصہ کو بے اصل بیان کیا اور اسے دروغ محض اور بہتان صریح بتایا۔ اسی طرح بہت سے علما نے اس قصہ کا بے اصل اور دروغ محض ہونا بیان کیا ہے مثلاً (۲) امام زاہدی نے تفسیر زاہدی میں (۳) صاحب کمالیہ

نے اپنی تفسیر میں (۴) ملا جیون نے تفسیر احمدی میں (۵) شیخ سلیمان نے تفسیر فتوحات الہیہ میں (۶) قاضی عیاض نے اپنی کتاب شفا میں (۷) خفاجی نے نسیم الریاض میں (۸) شیخ عبدالحق نے مدارج النبوت میں (۹) سید جمال الدین نے روضتہ الاحباب میں (۱۰) سید شریف نے اپنی کتاب مواقف میں وغیرہم +

اسی طرح علماے اہل شیعہ نے بھی اس قصۂ واہی کی تکذیب کی ہے چنانچہ (اول) میر فتح اللہ شیرازی نے منہج الصادقین میں - (دوم) علامہ مجلسی نے حیات القلوب میں - (سوم) سید مرتضےٰ نے تنزیہ الانبیا میں - (چہارم) علامہ طبرسی نے تفسیر مجمع البیان میں - (پنجم) ملا احمد نے سیف الدہر میں وغیرہم +

اور خوبی تو یہ ہے کہ بعض محقق عیسائیوں نے بھی اس قصہ کو منافقوں اور یہودیوں کا گھڑا ہوا بتایا ہے چنانچہ سیل صاحب مترجم قرآن سورۂ احزاب کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ منافقوں اور یہودیوں نے اس قصے کو بڑھایا ہے +

اس قصہ واہی کے جواب میں راقم الحروف نے ایک مختصر سا رسالہ لکھا ہے جو عنقریب شائع ہوکر ناظرین کی نظر مبارک سے گزریگا اس جگہ طوالت کے اندیشے سے مختصرًا لکھا گیا - اور صفحہ ۳۶ میں جو پادری صاحب نے مسیح علیہ السلام کی معصومی اور اُن کے کفارے کا ذکر کیا ہے اس کا جواب انشاء اللہ تعالےٰ فصل ششم اور خاتمہ میں لکھا جاویگا - ومن اللہ التوفیق +

فصل دوم عصمت انبیا از کلام اللہ

اگرچہ عصمت انبیا علیہ السلام ایک ایسا ظاہر اور بدیہی امر ہے کہ کوئی عاقل اس سے انکار نہیں کرسکتا - تاہم اس فصل میں چند دلیلیں دربارہ عصمت انبیائ قرآن کریم سے بیان کی جاتی ہیں -

دلیل اوّل - کل اہل کتاب کیا یہود اور کیا نصارےٰ اور کیا اہل اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ جو گناہ اور نافرمانیاں بندوں سے ہوتی ہیں وہ اغواے شیطان سے ہوتی ہیں - قرآن شریف سورۂ عنکبوت رکوع ۴ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ ط - اور آراستہ کردئے ہیں اُن کے واسطے شیطان نے

اُن کے اعمال تو باز رکھا اُنہیں راہ راست سے اور تھے سب کچھ دیکھنے والے پھر دوسری جگہ سورۂ یٰسین رکوع ۴ میں فرمایا ہے وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا ترجمہ تحقیق گمراہ کیا شیطان نے تم میں سے بہت خلقت کو۔ پھر انجیل لوقا ۲۲ باب آیت ۳ میں ہے۔ تب شیطان یہوداہ میں جو اسکریوتی کہلاتا اور بارھوں کی گنتی میں تھا سمایا اُسنے جا کر کے سردار کاہنوں اور سپاہیوں کے سردار سے صلاح کی کہ اُس کو (یعنی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو) کس طرح اُنکے حوالے کرے۔ پھر ۲ تمطاؤس ۲ باب آیت ۲۶۔ اور وے جنہیں شیطان نے جیتا شکار کیا ہے بیدار ہو کر اُس کے پھندے سے چھوٹیں اور پطرس ۵ باب آیت ۸۔ ہوشیار اور بیدار ہو کیونکہ تمہارا مخالف گرجنے والے شیر ببر کی مانند ڈھونڈتا پھرتا ہے کہ کس کو پھاڑ کھاوے +

دیکھئے اِن آیات قرآنی اور بائبل سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ جو گناہ اور نافرمانیاں بنی آدم سے دیدہ و دانستہ ہوتی ہیں وہ شیطان کے بہکانے اور ورغلانے سے ہوتی ہیں۔ مگر کلام اللہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ اپنے مخلص بندوں کو شیطان کے ورغلانے اور بہکانے سے بچائے رکھتا ہے چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۷ میں ہے۔ اِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ۔ یعنی اے شیطان میرے خالص بندوں پر تیرا زور نہیں چلنیکا یعنی تو ہرگز اُنکو بہکا نہیں سکتا۔ سورۃ الحجر رکوع ۳ میں شیطان اقرار کرتا ہے کہ میں تیرے مخلص بندوں کو گمراہ نہیں کر سکتا وہ آیت یہ ہے قَالَ رَبِّ بِمَا اَغْوَيْتَنِي لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِينَ ○ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ۔ (یعنی کہا شیطان نے) اے میرے رب مجکو تو نے جو آدم کے باعث مردود کر دیا ہے البتہ میں بھی اُس کی اولاد کو مکر و فریب دھوکہ وسوسہ میں پھنسا کر سب کو گمراہ کروں گا راہ راست سے دور کرونگا مگر تیرے مخلص بندوں کو نہیں۔ پھر سورۂ ص رکوع ۵ میں مذکور ہے قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِينَ ۙ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ یعنی کہا ابلیس نے مجھے قسم ہے تیری عظیم الشان ذات کی میں بھی ضرور گمراہ کرونگا صراط مستقیم سے بنی آدم کو لیکن تیرے خاص بندوں سے مجھے ہارہے اِن پر بس نہیں چلنیکا وہ گمراہ نہ ہونگے +

ان آیات شریفہ سے بخوبی معلوم ہوگیا کہ شیطان مخلص اور برگزیدہ بندوں کو گمراہ نہیں کرسکتا اگر مخلصوں سے عام متقی اور پرہیزگار لوگ مراد لیئے جائیں تو انبیاء علیہم السلام کا اغوائے شیطانی سے بچنا بدرجہ اولے ثابت ہوا کیونکہ انبیاء علیہم السلام جو افضل المسلمین واخلص المومنین ہیں وہ شیطان کے اغواء و فریب میں دیدہ و دانستہ کیونکر آسکتے ہیں ۔

پہلے بیان ہو چکا کہ گناہ اور نافرمانیاں ہر دو اغوائے شیطان سے ہوتی ہیں اور اغوائے شیطان بحق انبیاء علیہم السلام از روئے قرآن شریف ثابت نہیں جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا تو دیدہ و دانستہ انبیا علیہم السلام سے گناہ و نافرمانیوں کا ہونا غیر ممکن ہوا جس سے اُن کی عصمت خود بخود ثابت ہے ۔

دلیل دوم ۔ مکلفین دو قسم پر ہوتے ہیں ۔ ایک نیکوکار متقی و پرہیزگار گناہوں سے دور رہنے والے جن کو ہم اہل اسلام معصوم اور محفوظ کہتے ہیں دوم گنہگار و بدکار جو قصداً و ارادۃً دن رات خدا کی نافرمانیاں اور بدیاں کرتے ہیں اُن کو ہم اہل اسلام فساق و فجار اور اشرار کہتے ہیں ۔ خداوند کریم اپنی کلام قدیم یعنی قرآن عظیم میں بُرے اور شریر لوگوں سے علیحدہ کر کے اپنے انبیائے پاک کی تعریف خود ہی کرتا ہے دیکھو سورۂ انبیاء رکوع ۶ جس میں چند انبیاء علیہم السلام کے اسماء شمار کر کے فرماتا ہے اِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ ۔ تحقیق وہ (یعنی جمیع انبیاء علیہم السلام) جلدی کرتے تھے کل نیکیوں میں اور پکارتے تھے ہم کو رغبت اور ڈر سے اور ہمارے لئے عاجزی کرنے والے تھے ۔ دیکھئے لفظ خیرات کا مُعَرَّف کرنا دلالت کرتا ہے تمام نیکیوں پر اور تمام نیکیاں ترک گناہ سے حاصل ہوتی ہیں اور بکلی تمام گناہوں سے پاک ہونے ہی کو معصومی کہتے ہیں ۔ اور پھر اپنے انبیائے پاک علیہم السلام کی صفت میں پاک پروردگار سورۂ صٓ رکوع ۴ میں فرماتا ہے ۔ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ۔ یعنی اور نبی میرے بندوں برگزیدہ اور اخیار سے ہیں ۔ لفظ مصطفین اور اخیار عدم صدور گناہ پر دال ہیں ۔ پس ثابت ہوا کہ نبی معصوم ہیں ۔

دلیل سوم ۔ اگر انبیاء علیہم السلام معاذ اللہ گنہگار ہوں تو اُن کی بات

پایۂ اعتبار سے ساقط ہونی چاہئے کیونکہ گناہ عام ہے اور اس میں جھوٹ اور فریب بھی داخل ہے اس لئے گنہگار کی کلام پر اعتبار نہیں ہو سکتا ہے اور قرآن کریم سورۂ آل عمران رکوع ۴ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ ترجمہ ـــ یعنی کہدے اے (محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر تم دوست رکھتے ہو اللہ کو تو میرا اتباع کرو اللہ تم کو دوست رکھیگا۔ پھر دوسری جگہ سورۂ احزاب رکوع ۳ میں فرماتا ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ یعنی بیشک تمہارے لئے اچھی پیروی ہے رسول کے کام میں پھر اللہ تعالےٰ سورۂ نساء رکوع ۸ میں فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ یعنی اے ایمان والو فرمانبرداری کرو اللہ کی اور کہا مانو اُس کے رسول کا۔ دیکھئے ان آیات شریفہ میں اللہ تبارک و تعالےٰ اپنی تابعداری کے ساتھ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کو شامل کرکے ایمان والوں کو خطاب فرماتا ہے۔ یعنی اپنے رسول کی مطلق فرمانبرداری کا ارشاد فرماتا ہے یہ نہیں فرمایا کہ ہمارے رسول کے کچھ حکم مانو اور کچھ نہ مانو کیونکہ اگر اپنے رسول کی مطلق فرمانبرداری کروانی منظور نہ ہوتی تو اللہ تعالےٰ اپنی تابعداری کے ساتھ رسول کی تابعداری کو شامل نہ کرتا اور تابعداری عام ہے خواہ قولی ہو خواہ فعلی اور اس میں کچھ شک نہیں رسول کے قول اور فعل کی تابعداری جب ہو سکتی ہے اگر وہ معصوم ہو کیونکہ اللہ تعالےٰ سورۂ حجرات رکوع اول میں فرماتا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا۔ اے ایمان والو اگر آوے تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لیکر تو تم اُسے تحقیق کر لو۔ اب جائے غور ہے کہ جب فاسق یعنی گنہگار کی بات پر ہم کو خداوند تعالےٰ نے حکم تحقیق کا فرمایا تو تحقیق بدون احتمال کے نہیں ہوتی اور جہاں احتمال ہوگا وہاں مطلق تابعداری غیر ممکن ہے اور اللہ جل شانہ نے اپنی کلام پاک میں اپنے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مطلق تابعداری بلا تحقیق کے حکم فرمایا ہے جیسا کہ ابھی اوپر ذکر ہو چکا ہے اور اس سے آپ کی معصومی اور پاک طینتی بدلائل مذکورۂ بالا اظہر من الشمس ہو گئی۔

دلیل چہارم دلائل مذکورہ بالا سے از روے قرآن شریف عصمت انبیاے پاک

اور خصوصاً آنحضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بخوبی ثابت ہو چکی تو اب ہم آنحضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا شفیع المذنبین ہونا قرآن کریم سے بیان کرتے ہیں تاکہ ہمارے ناظرین رسالہ ہذا پر بخوبی روشن ہو جائے کہ پادری صاحب نے ازراہ دھوکہ دہی یا بسبب اپنی کم فہمی یا لاعلمی کے ازروے قرآن شریف انبیاے پاک علیہم السلام کو گنہگار ثابت کرنا چاہا تھا خصوصاً ہمارے حضرت محمد مصطفےٰ امام الرسل شفیع الورےٰ نبی آخر الزمان پر تو اُدھار کھائے بیٹھے ہیں لیکن پادری صاحب کا یہ خیال خام بالکل غلط ثابت ہوا کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا منصب شفاعت پر ممتاز ہونا آپکی عصمت اور پاک بازی پر صریح دلیل کامل ہے اور بہت سی آیات قرآن شریف اس بات پر نص قطعی ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دُنیا اور آخرت میں گنہگاروں کی شفاعت کے واسطے حکم ہوا ہے +

دُنیا میں کئی ایک خاص معاملوں میں بلکہ عموماً بھی حکم ہوا ہے کہ تم گنہگاروں کے واسطے سفارش کرو خدا بخشدیگا جیساکہ سورۂ نساء رکوع ۹ میں ہے کہ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا - یعنی اگر یہ لوگ جس وقت اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں (اے محمد) تیرے پاس آویں اور بخشش مانگیں اللہ سے اور ان کے لئے رسول (یعنی تم) بخشش مانگے تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائینگے - پھر سورۂ ممتحنہ رکوع ۲ میں ہے وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ یعنی اور بخشش طلب کر (اے محمدؐ) واسطے اُن عورتوں کے اللہ سے تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے - اِن آیات سے آں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا دُنیا میں شفیع المذنبین ہونا ثابت ہو گیا +

چونکہ آخرت بڑا بھاری مقام اعطاے نعمت اور ثواب کا ہے اس لئے خدا تعالےٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے شفاعت عظمیٰ کا وعدہ آنحضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے فرمایا ہے جیساکہ آیات ذیل سے ظاہر ہے - سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۹ میں ہے - عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا - یعنی شتاب ہے یہ کہ اُٹھاوے تجھکو اے محمدؐ پروردگار تیرا مقام شفاعت میں +

معالم التنزیل میں بہت سی احادیث صحیحہ متصلہ متواترہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ

مقام محمود سے مراد مقام شفاعت ہے۔ علاوہ اس کے اور بہت سی احادیث صحیحہ متصلہ مثل حدیث حضرت ابو ہریرہ و حضرت انس رضؓ سے جو تواتر میں اناجیل مروجہ کی روایات سے کئی درجہ اعلیٰ ہیں صاف ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مقام محمود سے مراد مقام شفاعت ہی ہے وبس۔ اور تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس میں لکھا ہے عَسٰۤی وَعَسٰی مِنَ اللّٰہِ وَاجِبٌ اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا اَیْ یُقِیْمُکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا مَقَامَ الشَّفَاعَۃِ مَحْمُوْدًا یَّحْمَدُکَ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ انتہے

اسی طرح اور سب مفسرین کا مقام شفاعت پر اتفاق ہے +

فصل سوم عصمت انبیا از روئے بائبل

اس فصل سوم میں ہم بائبل سے عصمت انبیاء علیہم السلام کا ثبوت پیش کرتے ہیں (اول) کتاب پیدائش باب ۶ آیت ۹ نوح اپنی قرنوں میں صادق اور کامل تھا اور نوح خدا کے ساتھ چلتا تھا پھر کتاب ایضاً باب ۷ آیت اول در شان حضرت نوحؑ۔ قول خداوندی یوں ہے کیونکہ میں نے تجھی کو اپنے حضور میں اس زمانے کے درمیان صادق دیکھا۔ انتہے سو دیکھئے حضرت نوح علیہم السلام کی عصمت کیا عمدہ توریت شریف سے ثابت ہوگئی کیونکہ ان کا اپنے تمام قرن اور زمانے میں خداوند تعالے کے نزدیک صادق و کامل ٹھہرنا اور خداوند کریم کے ساتھ چلنا اور اپنے مولے کریم کا منظور نظر ہونا ان کے معصوم ہونے پر کامل دلیل ہے کیا کوئی گنہگار اور ناپاک آدمی بھی خدا کے نزدیک صادق ہوسکتا ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں +

(دوم) کتاب ایوب باب اول آیت اول میں ہے۔ عوض کی سرزمین میں ایوب نامی ایک شخص تھا اور وہ شخص کامل اور صادق تھا اور خدا سے ڈرتا اور بدی سے دور رہتا تھا۔ دیکھئے حضرت ایوب علیہ السلام کا خدا سے ڈرنا اور بدی یعنی گناہ سے دور رہنا اس امر کی صریح دلیل ہے کہ آپ معصوم تھے +

(سوم) ۲ پطرس باب ۲ آیۃ ۶۔ صدوم اور عمورہ کے شہروں کو خاک سیاہ کرکے نیست و نابود ہونے کا حکم فرما کے انہیں آئندہ کو بے دینوں کے لئے نمونہ بنا رکھا اور راستباز لوط کو جو شریروں کی ناپاک چالوں سے رنجیدہ تھا

رہائی بخشی کہ وہ راستباز اُن میں رہکر اُن کے بے شرع عملوں کو دیکھ سن کے ہر روز اپنے سچے دل کو شکنجہ میں کھینچتا تھا انتہے ناظرین حضرت لوط علیہ السلام کی پاک بازی اور بے دینوں سے رنجیدہ ہو کر اُن کے بے شرع کاموں سے علیٰحدہ رہنے کی طرف خیال فرماویں کیا کوئی نادان ایسے راستباز بندے کو جسکی تعریفیں اللہ تعالے فرماتا ہے گنہگار کہہ سکتا ہے ہرگز نہیں +

(چہارم) کتاب حزقیل باب ۱۴ آیت ۱۴- ہرچند یہ تین شخص (نوح اور دانیل اور ایوب) اُس میں موجود ہوتے تو خداوند یھواہ کہتا ہے کہ وے اپنی صداقت سے فقط اپنی ہی جانوں کو بچاتے انتہے۔ دیکھئے بموجب فرمانے خداوند کریم کے کہ جب میرا قہر گنہگاروں پر بھڑکنے لگے تو یہ تینوں شخص یعنی حضرت نوح و دانیل اور ایوب علیہم السلام اُن خطاکاروں اور گنہگاروں میں موجود ہوں تو اپنی صداقت یعنی پوری پوری فرمانبرداری خداوندی سے اپنی جانوں کو بچا سکتے ہیں ثابت ہے کہ یہ تینوں حضرات گناہوں سے پاک اور معصوم ہیں +

(پنجم) کتاب دانیل باب ۶ آیت ۴- تب ان پیشواؤں نے چاہا کہ ملکداری کی بابت دانیل پر قصور ثابت کریں لیکن وے کوئی داؤں یا قصور نہ پا سکے کیونکہ وہ دیندار تھا اور اُس میں کوئی خطا اور گناہ پایا نہ گیا انتہے۔ یہاں حضرت دانیل علیہ السلام کی بے گناہی ثابت ہے +

(ششم) انجیل لوقا باب اول آیت ۵ و ۶ میں ذکریا اور اس کی جورو الیسبات کے حق میں کہے- وے دونوں خدا کے حضور راستباز اور خداوند کے سارے حکموں اور قانونوں پر بے عیب چلنے والے تھے انتہے دیکھئے حضرت ذکریا اور اُن کی جورو کی معصومی کس طرح ثابت ہوتی ہے- کہ تمام احکام خداوندی اُنہوں نے بے عیب قصور پورے ادا کئے کیا حضرات عیسائی ان بزرگان دین کو بھی گنہگار قرار دیکر انجیل کی بے اعتباری ثابت کرینگے +

(ہفتم) باب اول آیت ۷۰ کتاب مذکور- جسنے یعنی خداوند کریم نے اپنے پاک نبیوں کی معرفت جو دنیا کی شروع سے ہوتے آئے انتہے اور اعمال باب آیت ۲۱ سب چیزیں جن کا ذکر خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا انتہے- ناظرین با انصاف غور فرمائیں لفظ پاکی کا ناپاک اور گنہگاروں پر

کبھی استعمال نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالے اپنے نبیوں کو لفظ پاک سے یاد فرماتا ہے جو ناپاکی کی ضد ہے کیا عیسائیوں کے نزدیک اجتماع ضدین بھی جائز ہے الغرض جب عصمت انبیا علیہم السلام بائیبل سے بخوبی ثابت ہوگئی تو اب عیسائیوں کا انبیاء پاک و معصوم کو گنہگار خیال کرنا بائیبل کے سراسر خلاف ہے۔ اور بائیبل کی بالکل بے اعتباری ثابت کرنا ہے +

فصل چہارم

پہلے تو بائیبل کے وہ چند مقام جنسے عیسائی انبیاء علیہم السلام کو گنہگار ثابت کرتے ہیں نقل کفر کفر نباشد ہم یہاں نقل کرتے ہیں اس کے بعد بتائینگے کہ یہ صرف نبیوں پر اتہام ہیں اور الہامی کتابوں میں مردود قصوں کے ملا دینے اور تحریف سے ایسا وقوع میں آیا ہے +

اول حضرت لوط علیہ السلام کا اپنی دونو دختروں سے نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ زنا کرنا اور دونوں صاحبزادیوں سے اولاد ولد الزنا پیدا ہونا: دیکھو کتاب پیدائش باب ۱۹ آیت ۳۱ تا ۳۸ +

دوم۔ یہودہ بن یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی بہو تمر سے زنا کیا اور اسے حمل رہا اور اس سے دو بیٹے پیدا ہوئے جن میں سے ایک کا نام پھارص تھا۔ دیکھو پیدائش باب ۳۸ اور از روے انجیل متی باب اول پھارص عیسائیوں کے مجسم خدا مسیح کا پردادا ہے +

سوم۔ عیاذاً باللہ حضرت داؤد کا جو زبور ۸۹ آیت ۲۶ و ۲۷ کے بموجب خدا کا پہلوٹھا بیٹا ہے۔ بنت سبع حتّے اور یاہ کی جورو سے زنا کرنا دیکھو سموئیل دوم باب ۱۱ آیت ۲۶ و ۲۷۔ خوبی یہ کہ یہ عورت زانیہ بھی نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ عیسائیوں کے خدا مسیح کی پردادیوں میں شمار کیجاتی ہے جیساکہ متی باب ۱ آیت ۷ میں ہے اور داؤد بادشاہ سے سلیمان اس سے جو اوریاہ کی جورو تھی پیدا ہوا +

چہارم۔ توبہ توبہ دیکھو پیدائش باب ۲۷ آیت اول سے ۴۰ تک حضرت یعقوب علیہ السلام کا فریب سے اپنے بھائی عیس کی برکت یعنی حق نبوت اُڑا لینا +

پنجم - حضرت سلیمان علیہ السلام کا بت پرستی کرنا کتاب اول سلاطین باب ۱۱ +
ششم - تبلیغ احکام خداوندی میں ایک بوڑھے نبی بیت ایلی کا جھوٹ بولنا دیکھو کتاب اول سلاطین باب ۱۳ - الغرض ایسی ہی اور لغویات ہیں جن کا لکھنا مناسب نہیں +

ان امور کے لغو ہونے کی ہمارے پاس تین دلیلیں ہیں -

اول - اگر انبیاء بنی اسرائیل کا حال ایسے ہی ماننا چاہئے جیسا کہ عیسائی مانتے ہیں تو انھوں نے کوئی دقیقہ گناہ کا باقی نہیں چھوڑا اور مندرجہ ذیل گناہوں کے مرتکب ہوئے (۱) زنا جو تمام بیحیائیوں کی جڑ ہے - (۲) فریب جس سے تمام عالم کے انتظام میں فرق آتا ہے - (۳) بت پرستی جس سے روکنے کے لئے وہ خود مبعوث ہوئے اور الٹا اسی کو کرنے اور ایمان کی جڑ کاٹنے اور خداوند کریم کی سخت حقارت کرنے لگے (۴) جھوٹ جس سے انسان کی بالکل بے اعتباری ہوجاتی ہے - اب ناظرین خیال فرمائیں کہ اگر یہ مذکورۂ بالا مذموم کام انبیاء علیہ السلام سے سرزد ہوئے ہیں تو اس صورت میں بائیبل کے اعتبار اور صداقت پر کوئی دلیل قائم نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ تمام بائیبل انہیں زانیوں اور فریبیوں اور بت پرستوں اور جھوٹوں خصوصاً تبلیغ احکام خداوندی میں جھوٹ بولنے والوں کا کلام ہے - کیا کوئی جج یا حاکم کسی جھوٹے - فریبی اور زناکار شخص کی شہادت پر کوئی مقدمہ فیصلہ کرسکتا ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں جب امور دنیوی میں جھوٹے فریبی اور زناکار آدمی کا اعتبار نہیں رہتا - تو امور دینی میں جو بہت ہی نازک معاملہ ہے کیونکر جھوٹوں فریبیوں زانیوں اور بت پرستوں کا اعتبار کیا جاوے جب انبیاء کی بے اعتباری ثابت ہوگئی تو اُن کا کلام بطریق اولے بے اعتبار ٹھہرا جس سے ان کی بعثت کا کچھ فائدہ نہ رہا - اور یہ خداوندی کام بے فائدہ نہیں ہے اس لئے یہ لوگ درحقیقت ویسے نہیں ہیں جیسا کہ ان کو عیسائیوں نے مان رکھا ہے +

دوم - تمام خلق خدا پر انبیاء علیہم السلام کی اطاعت فرض ہے اگر انبیا بنی اسرائیل کی سنت پر عمل کیا جاوے تو انتظام خلق خدا تباہ ہوجاتا ہے کیونکہ بائیبل کے بیان کے بموجب ان کی سنت زنا جھوٹ فریب اور بُت پرستی ہے تو اس صورت میں یہ کام جائز اور کار صواب ہونا چاہئے - مگر

دنیا میں کوئی فرد بشر بھی ان کو نیک کام نہیں سمجھتا۔ پس انبیاء بنی اسرائیل کا اتباع کسی نیک اور پاک طینت سے نہیں ہو سکتا۔ اور اسی سے ظاہر ہے کہ یا تو وہ نبی نہ تھے اور اگر نبی تھے تو اُن سے ایسے کام سرزد نہیں ہوئے +

سوم۔ بائیبل میں بعض جگہ تو انبیاء علیہم السلام کو معصوم اور گناہوں سے پاک بیان کیا ہے جیسا کہ ہم نے دلیل سوم میں انبیاء علیہم السلام کی معصومی اور پاک بازی پر بہت مقام بائیبل کے نقل کئے ہیں اور پھر بعض جگہ اُنکو گناہ گار بتایا گیا ہے جیسا کہ اسی فصل کے شروع میں لکھا گیا۔ تو اس سے بائیبل کی تعلیم میں صریح تناقض پایا جاتا ہے اور تناقض و اختلاف کلام الٰہی میں غیر ممکن ہے دیکھو میزان الحق مطبوعہ ۱۸۶۹ء صفحہ ۱۲۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یا تو بائیبل کلام الٰہی نہیں یا اس میں کسی دشمن انبیاء علیہم السلام نے جھوٹے واہی تباہی قصے ملا دئے ہیں کہ فلان نبی نے زنا کیا اور فلان بزرگ نے جھوٹ بولا اور فلان حضرت نے بت پرستی کی گر ہم سارے بائیبل کے کلام الٰہی ہونے سے تو انکار نہیں کر سکتے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اس میں بعض مقام غیر الہامی اور لوگوں کے ملائے ہوئے ہیں اور بعض مقامات میں کچھ تغیر و تبدل کر دیا گیا ہے۔ اور اس فعل کو تحریف کہا جاتا ہے۔ جس پر ذیل میں ہم تفصیل سے بحث کرتے ہیں اور اسی سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی نسبت کلام الٰہی میں تحریف ہو جانے کے باعث یہ اتہام لگائے گئے ہیں ورنہ وہ حقیقت میں معصوم اور خدا کے برگزیدہ اور پیارے بندے تھے +

مسئلہ تحریف

قدیم سے ہم اہل اسلام ازروے قرآن مجید و فرقان حمید اس امر کے مدعی ہیں کہ بائیبل میں تحریف کامل ہو گئی ہے اسلئے بائیبل کی ہر ایک بات قابل اعتبار کے نہیں اور تحریف کا مسئلہ ایسا صریح اور صاف ہے جس کو ہم بائیبل ہی سے ثابت کر سکتے ہیں اور قرآن شریف میں تو خود اللہ تعالٰے جل شانہ اس امر پر شاہد ہے چنانچہ سورۂ مائدہ رکوع ۳ میں فرماتا ہے۔ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهٖ وَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَائِنَةٍ مِّنْهُمْ۔ ترجمہ۔ کلام الٰہی کو اپنی جگہ سے بدلتے ہیں اور اُس نصیحت سے فائدہ اُٹھانا

جو اُنکو کی گئی تھی بھول گئے اور تو ہمیشہ اُن کی خیانت پر مطلع رہیگا یعنی کلام الٰہی کو اپنی جگہ سے بدل ڈالتے ہیں جیسا کہ سید الرسل خاتم النبوت وشریعت امام انبیاؑ نبیؐ آخر الزمان کی بشارات کی آیات کو بدلتے اور نکال ڈالتے ہیں۔ چنانچہ اس امر کی تصدیق تفاسیر قرآنی سے کامل طور پر ہوسکتی ہے۔ حال میں اسکی تصدیق بائیبل کے چند نسخوں کے مقابلہ کرنے سے بھی بخوبی ہوگئی ہے۔ معنی اس آیت کریمہ کے یہ ہوئے کہ اے محمد رسول اللہ انکی خیانت یعنی تحریف پر تو اور تیری امت تا قیامت واقف ہو کر اُنکو آگاہ کرتے رہوگے۔ اب ہم نظیراً چند خیانتیں اہل کتاب کی ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں +

نظیر اوّل بائیبل نسخہ عربیہ ۱۸۳۱ء مطبوعہ کلکتہ صحیفہ حضرت یسعیاہ میں یہ عبارت موجود ہے النبوة فی العرب وبنی قیدار یعنی نبوت عرب میں ہوگی اور اولاد قیدار میں۔ دیکھئے یہ بشارت آن حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں نص صریح ہے کیونکہ قیدار آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردادا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے کا نام ہے اور خاص عرب کی خصوصیت اس بشارت کو اور بھی صفائی سے ظاہر کر رہی ہے اب ایسی صریح اور صاف بشارت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہ سبب خیانت اور حسد اور ضد کے اہل کتاب نے نکال ڈالا اور بجائے اس عبارت مذکورہ بالا کے کچھ اور ہی لکھدیا ہے +

نظیر دوم - انجیل یوحنا باب ۱۴ آیتہ ۱۶ مطبوعہ ۱۸۱۶ء میں لکھا ہے وَاَنَا اَطْلُبُ مِنَ الْاٰبِ فَیُعْطِیْکُمْ فَارَقْلِیْطَ - یعنی میں اپنے باپ سے طلب کرونگا فارقلیط تمہارے لئے۔ دیکھئے لفظ فارقلیط احمد کا ترجمہ ہے اور اس لفظ فارقلیط کو ۱۸۱۶ء والے نے شافع بنادیا اور ۱۸۲۴ء والے نے لفظ شافع اُڑاکر وکیل کردیا اور اب جو انجیلیں میرے پاس موجود ہیں انجیل مطبوعہ مرزاپور ۱۸۹۶ء اور انجیل مطبوعہ لندن ۱۸۹۹ء اور انجیل مطبوعہ سیرام پور ۱۸۲۹ء اور انجیل مطبوعہ لدھیانہ ۱۸۶۶ء و ۱۸۸۱ء میں بجائے لفظ فارقلیط و شافع اور وکیل کے تسلی دینے والا بنادیا گیا ہے۔ اور اس طرح اور ناموں کا ترجمہ کر دینا اہل کتاب کی عادت میں داخل ہے دیکھو کتاب استفسار کے سولھویں استفسار کے اول ہی میں بہت سی نظیریں ناموں کے ترجمہ کرنیکی

موجود ہیں اب غور کیجیے کہ کس طرح آیت شریف مندرجۂ بالا کی تصدیق ہوتی ہے - اول اسکا یہ دعوے کہ کلام الٰہی کو اپنی جگہ سے بدل ڈالتے ہیں مندرجۂ بالا بیان سے واضح ہے ثانیاً یہ دعوے کہ اُس نصیحت سے فائدہ اٹھانا جو اُن کو کی گئی تھی بھول گئے" اس کی تصدیق یوں ہوتی ہے کہ حضرت عیسے علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میرے بعد ایک پیغمبر آویگا اور نام اس کا احمد ہوگا - اب اُس نصیحت کی تعمیل حضرات عیسائیوں نے نہیں کی - بلکہ اول تو لفظ احمد کا ترجمہ کردیا - پھر ترجمہ در ترجمہ کرکے کچھ اَور ہی کردیا - ثالثاً یہ دعوے کہ تو ہمیشہ ان کی خیانت پر مطلع رہیگا" اس کی بھی کافی صداقت موجود ہے کہ ہمیشہ اہل اسلام عیسائیوں کی ان چالاکیوں سے آگاہ رہے ہیں جو وہ کیا کرتے ہیں - اور اسی آیت میں خیانت کے لفظ کا اہل کتاب کی طرف منسوب ہونا اُن کی بے اعتباری پر کیسی کامل دلیل ہے - یہی وجہ ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے جیساکہ اصح الکتاب بعد از قرآن مجید یعنی بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ فرمایا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لَاتُصَدِّقُوْا اَھْلَ الْکِتَابِ وَلَا تُکَذِّبُوْا ھُمْ وَقُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰے وَعِیْسٰے وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّھِمْ ج لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ ۝

ترجمہ - تم اہل کتاب کو نہ سچا بتلاؤ اور نہ اُن کو جھٹلاؤ بلکہ تم کہو کہ ہم نے یقین کیا اللہ پر اور جو اُترا ہم پر اور ابراہیم پر اور اسمعیل پر اور اسحاق پر اور یعقوب پر اور اُس کی اولاد پر اور جو ملا موسے و عیسے کو اور جو ملا سب نبیوں کو اپنے پروردگار سے اور ہم فرق نہیں کرتے ایک میں اُنمیں سے اور ہم اُس کے حکم پر ہیں - اس حدیث شریف میں ہمارے ہادی نے ہم کو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ بالکل اہل کتاب کو سچا نہ خیال کرو کیونکہ اُنکی خیانت پر قرآن کریم شہادت دے رہا ہے اور نہ ان کو بالکل دروغ گو تصور کرو کہ اُنھوں نے تمام کتب آسمانی کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک بالکل بدلدیا ہے بلکہ تم یوں یقین کرو کہ بائیبل میں اکثر کلام الٰہی نکالا گیا اور بجاے

کلام الٰہی کے کلام انسانی داخل کیا گیا اب اس داخل شدہ کلام انسانی کا ہر ایک اہل اسلام پورا پورا واقف نہیں ہو سکتا اس لئے تم مجمل ایمان رکھو کہ جو ہم کو اور ہمارے پہلے انبیاء علیہم السّلام کو خدا کا کلام ملا ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور انجیل میں جو سوائے کلمات حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کے اور شخصوں نے مثلاً لوکا و مرقس اور پولوس اور حوارین نے اپنے طرف سے کلام حضرت عیسےٰ علیہ السلام میں اضافہ کیا ہے اُس سے ہمکو کوئی علاقہ نہیں کیونکہ مؤلفان اناجیل کو ہم اہل اسلام پیغمبر اور نبی[1] نہیں جانتے اسلیئے اُنکی کلام پر ایمان لانا فرض نہیں ہے علاوہ ازیں عیسائیوں کے بڑے مجتہد میاں پولوس صاحب اپنے خط عبرانیوں باب ۸ آیت ۷ میں فرماتے ہیں کہ اگر وہ پہلا عہدنامہ یعنی عتیق بے عیب ہوتا (یعنی بلا تحریف ہوتا) تو دوسرے کے لئے جگہ کی تلاش نہ ہوتی۔ پھر پولوس صاحب اسی خط باب ۷ کے آیت ۱۸ میں فرماتے ہیں پس پہلا حکم اسلیئے کہ کمزور اور بے فائدہ تھا اُٹھ گیا۔ دیکھئے پہلے حکم کا کمزور اور بے فائدہ ہونا صریح اس امر کی دلیل ہے کہ اس میں تغیر و تبدل اس قدر ہو گیا کہ بجائے فائدہ کے پولوس صاحب اُس کو بے فائدہ تصور فرماتے ہیں اگر پہلے عہدنامہ میں تحریف نہیں ہوئی تو کیا خداوند تعالےٰ نے بے فائدہ قانون اپنے بندوں پر نازل فرمایا اور بے فائدہ کام کرنا خداوند کریم کی شان والا سے بعید ہے اور پھر پولوس صاحب اپنے خط قرنتیون دوم باب ۲ آیت ۱۷ میں فرماتے ہیں کہ ہم بہتوں کی مانند خدا کے کلام میں ملونی یعنی تحریف نہیں کرتے۔ ناظرین با انصاف ملاحظہ فرمائیں میاں پولوس صاحب خود اقرار کرتے ہیں کہ ہم بہتوں کی مانند خدا کی کلام میں ملونی یعنی تبدل و تغیر نہیں کرتے تو اس اقرار میاں پولوس صاحب سے صریح معلوم ہو گیا کہ پولوس صاحب کے زمانہ میں یا اُن سے پہلے اکثر لوگ کلام الٰہی میں ضرور کمی و زیادتی کرتے ہونگے تو اب تحریف سے حضرات عیسائیوں کا انکار کرنا گویا پولوس کی شہادت کا رد کرنا ہے اور پولوس کی بے اعتباری

[1] عدم ثبوت نبوت مؤلفین اناجیل مروجہ حال پر ہم نے ایک علیحدہ رسالہ بنام تحقیقات اصل انجیل لکھا ہے +

ثابت کرنا ہے اور یہ نہیں کہ اہل کتاب نے صرف چند آیات ہی نکال کر اُنکی جگہ اور کلمات داخل کئے ہوں بلکہ قریب ۱۷ کتابوں کے برباد اور خراب کردیں اور باب کے باب زیادہ کردئے چنانچہ اُن نکالی ہوئی کتابوں کی فہرست ذیل میں ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہے

نمبر شمار	نمبر کتاب	آیات جن سے اس کا پتہ ملتا ہے
۱	عہدنامۂ موسے	خروج باب ۲۴ آیت ۷ - پھر اس (موسے) نے عہدنامہ لیا اور لوگوں کو پڑھ سُنایا
۲	جنگ نامۂ موسے	گنتی باب ۲۱ آیت ۱۴ - اس سبب خداوند کے جنگ نامے میں لکھا ہے
۳	کتاب الیاشر	سموئیل باب ۱ آیت ۱۸ - دیکھو وہ کتاب الیاشر (صادق کی کتاب) میں لکھا ہے یشوع باب ۱۰ آیت ۱۳ - کیا یہ کتاب الیاشر میں نہیں لکھا ہے
۴	کتاب یاہو پیغمبر بن حنانی	تواریخ ۲ باب ۲۰ آیت ۳۴ - اور یہوسفط کا باقی احوال اول و آخر جو ہے وہ یاہو بن حنانی کی تواریخ میں لکھا ہے سلاطین اول باب ۱۶ آیت ۷ - اور یاہو نبی بن حنانی کے ہاتھ سے بھی خداوند کا پیام بعشا اور اس کے گھرانے کے برخلاف آیا۔ سلاطین اول باب ۱۶ آیت ۱ - اس وقت حنانی کے بیٹے یاہو پر خداوند کا کلام بعشا کے برخلاف نازل ہوا
۵	کتاب شمعیاہ نبی[1]	تواریخ ۲ باب ۱۲ آیت ۱۵ - رحبعام کا احوال اول و آخر جو ہے سو شمعیاہ نبی کی کتاب میں اور عیدو غیب بین کی کتاب میں سب ناموں کی بابت لکھا ہے
۶	کتاب اخیاہ نبی	تواریخ ۲ باب ۹ آیت ۲۹ - اور سلیمان کا باقی احوال اول و آخر جو ہے وہ ناتن نبی کی کتاب میں اور سیلانی اخیاہ کی پیشین گوئی میں اور عیدو غیب بین کی رویتوں کی کتاب میں لکھا ہے
۷	کتاب ناتن نبی	
۸	کتاب مشاہدات[2] عیدو غیب بین	

[1] دیکھو کتاب نمبر ۱۲ کا حوالہ +

[2] دیکھو کتاب شمعیاہ نبی کی نسبت آیات اور تواریخ ۲ باب ۱۳ آیت ۲۲ - ابیاہ کا باقی احوال اور اس کے کلام و کلام عیدو نبی کی تفسیر کی کتاب میں لکھے ہیں +

نمبر شمار	نمبر کتاب	آیات جن سے اس کا پتا ملتا ہے
۹	کتاب اعمال سلیمانؑ	سلاطین اول باب ۱۱ آیت ۴۱۔ اور سلیمان کا باقی احوال اور سب کچھ جو اُس نے کیا اور اُس کی حکمت سو کیا وے سلیمان کے احوال کی کتاب میں لکھے ہوئے نہیں
۱۰	کتاب اشعیاہ بن عاموس	تواریخ ۲ باب ۲۶ آیت ۲۲۔ اور عزیاہ کا باقی احوال اول و آخر جو ہے سو اموص کے بیٹے یسعیاہ نبی نے لکھا ہے
۱۱	مشاہد آیشعیاہ	۲ تواریخ باب ۲۳ آیت ۲۳
۱۲	سموئیل نبی کی تواریخ	سلاطین اول باب ۲۹ آیت ۲۹۔ اور داؤد بادشاہ کے اعمال اول و آخر دیکھو وہ سب سموایل غیب بین کی تواریخ میں اور ناتن نبی کی تواریخ میں اور جاد غیب بین کی تواریخ میں لکھا ہے۔
۱۳	تین ہزار امثال سلیمان	سلاطین اول باب ۴ آیت ۳۲ ۳۳۔ اور اس (سلیمان) نے تین ہزار مثلیں کہیں اور اسکے گیت تین ہزار اور پانچ تھے
۱۴	ایک ہزار پانچ زبور سلیمان	
۱۵	کتاب خواص نباتات و حیوانات سلیمان	اور اُس نے درختوں کی کیفیت بیان کی سرو کے درخت سے جو لبناں میں تھا اُس زوفہ تک جو دیواروں پر اُگتا ہے اور چارپایوں اور پرندوں اور رینگنیں والوں اور مچھلیوں کا حال بیان کیا
۱۶	جاد غیب بین کی تواریخ	دیکھو کتاب ۱۲ کا حوالہ
۱۷	مرثیہ یرمیاہ موجودہ کے سوا	۲ تواریخ باب ۲۵ آیت ۲۵۔

یہ کتابیں جو انبیاء علیہم السلام کی طرف منسوب تھیں اور الہامی کتابوں میں ان کا ذکر موجود ہے بلکہ انبیاے علیہم السلام ان کی طرف رجوع بھی کرتے رہے ہے۔ تو پھر کوئی ناخداترس ان کو کیونکر غیرالہامی کہ سکتا ہے۔ دیکھئے جب اس قدر کتابیں اہل کتاب نے اپنی جہالت۔ غفلت یا بد دینی سے خراب برباد کر دی ہوں تو اور موجودہ کتابوں میں جو کچھ کریں تھوڑا ہے۔

پھر دیکھئے کہ تمام اہل کتاب یہودی ہوں یا عیسائی اس بات پر متفق ہیں کہ کتاب استثناء حضرت موسے علیہ السلام نے ۳۳ باب پر تمام کی تھی۔ انکی وفات کے بعد کسی اور شخص نے چونتیسواں باب زیادہ کر دیا ہے اور اس باب کی عبارت بھی خود اپنے زیادہ ہونے پر شاہد ہے چنانچہ آیت ۵ تا ۷ باب مذکور میں صاف لکھا ہے کہ خداوند کا بندہ موسے خداوند کے حکم موافق موآب کی زمین میں مرگیا اور اُسنے اُسے موآب کی ایک وادی میں بیت فغور کے مقابل گاڑا پر آج کے دن تک کوئی اُس کی قبر کو نہیں جانتا اور موسےٰ اپنے مرنے کے وقت ایک سو بیس برس کا تھا۔ ناظرین خیال فرمائیں کہ حضرت موسےٰ کی قبر کا نشان گم ہو جانا اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ یہ فقرہ ان کی وفات کے مدتوں بعد لکھا گیا ہے جب کہ آپ کی قبر کا نشان بھی بنی اسرائیل کو بھول گیا تھا اور ظاہرا اسی وقت کسی شخص نے یہ باب زیادہ کر دیا ہے ایسا ہی آیت ۷ میں حضرت موسے علیہ السلام کی نسبت لفظ تھا بھی اس امر کی کافی شہادت دیتا ہے۔ اسی طرح اور بہت سے مقاموں پر توریت میں عبارتیں داخل کی گئی ہیں جس سے حضرت موسےٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد کا احوال معلوم ہوتا ہے۔ الغرض چونتیسواں (۳۴) باب حضرت موسےٰ علیہ السلام کے بعد الحاق کیا گیا ہے۔ اور اس الحاق کرنے والے کا پتا ابتک عیسائیوں کو نہیں ملا صرف گمان سے کسی نکسی کا نام لیتے ہیں چنانچہ اس بارے میں عیسائیوں کے چار ٹھوک ہو گئے ہیں بعض کا گمان ہے کہ یہ باب حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کا الحاق کیا ہوا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ حضرت یوشع بن نون ع کا نہیں حضرت شموئیل علیہ السلام نے الحاق کیا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں یہ دونو نہیں بلکہ حضرت عزرا علیہ السلام نے ایسا کیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نہ عزرا اور نہ شموئیل اور نہ یوشع بن نون علیہم السلام الحاق کنندہ ہیں اور نہ ہم صحیح طور پر کہہ سکتے ہیں کہ فلان نبی نے الحاق کیا ہے بلکہ گمان غالب ہے۔ کہ کسی نبی نے الحاق کیا ہوگا۔

ناظرین حق پرست خیال فرمائیں کہ جمہور عیسائیوں کا اتفاق ہمنے ثابت کر دیا ہے کہ ضرور استثنا ۳۴ باب حضرت موسےٰ علیہ السلام کے بعد الحاق کیا گیا ہے اور الحاق کرنے والے کے احوال میں جس قدر اختلاف ہے وہ بھی

ہمنے اوپر بیان کر دیا ہے کہ صرف انکلوں سے حضرات عیسائی کام چلا رہے ہیں اور یہ امر صحیح بھی ہے کیونکہ اب تک حضرات عیسائیوں نے قطعی دلیل سے کوئی شخص بلا اختلاف الحاق کرنے والا ثابت نہیں کیا اب اس ردی اور ناقص سامان کے بھروسے پر الحاق سے انکار کرنا حضرات عیسائیوں کی خوش فہمی یا بمقابلہ غیر مذاہب والوں کے پردہ پوشی ہے +

اب ہم اس ردی و ناقص سامان پر بھی چند اعتراضات کرتے اور ان کے جواب کے منتظر ہیں -

پہلا اعتراض ہمارا یہ ہے کہ ان تینوں بزرگواروں یعنی حضرت یوشع بن نون اور حضرت شموئیل اور حضرت عزرا علیہم السلام کا ایک زمانہ نہیں بلکہ ان کے زمانے میں بڑا اختلاف ہے کیونکہ حضرت یوشع بن نون سنہ ۱۴۵۱ قبل مسیح میں تھے - اور حضرت شمویل سنہ ۱۰۶۳ قبل مسیح میں ہوئے اور زمانہ حضرت عزرا کا سنہ ۵۵۶ قبل مسیح ہے - جب ان تینوں کے زمانے ایک نہیں ہیں بلکہ ان میں سینکڑوں برس کا فرق ہے تو تینوں نے ملکر یہ کام تو کیا ہی نہیں ضرور ہے کہ ایک ہی بزرگ نے الحاق کیا ہوگا اب جو عیسائی اس امر کا قائل ہے کہ ضرور یہ الحاق حضرت یوشع بن نون نے کیا ہے تو اس عیسائی کو لازم ہے کہ ضرور ان لوگوں کی تردید کرکے دکھلائے جو حضرت شموئیل و عزرا علیہم السلام کے الحاق کرنے کے قائل ہیں جب تک وہ ان کی کامل طور پر تردید نہ کرلے حضرت یشوع بن نون کا نام انصاف سے نہیں لے سکتا۔ اسی طرح شموئیل و عزرا کے قائلوں کو لازم ہے کہ اپنے مخالفوں کی تردید کرلیں +

دوسرا اعتراض - ان تینوں بزرگواروں کی کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں ہمنے اول سے آخر تک ان کا مطالعہ کیا ہے اور کہیں نہیں دیکھا کہ ان میں سے کسی نے بھی دعوے کیا ہو کہ یہ باب ہم نے زیادہ کیا ہے - جب ان کی طرف سے دعوے نہیں تو خدا جانے عیسائی صاحبوں کو کہاں سے معلوم ہو گیا کہ ان میں سے ایک نے الحاق کیا ہے - اگر عیسائی صاحب یہ فرمائیں کہ ہمارے مفسروں اور مورخوں نے لکھا ہے کہ ضرور ان تینوں بزرگوں میں سے ایک نے الحاق کیا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اُس مفسر یا مورخ سے

لیکر تم اُس بزرگ تک سلسلہ پہنچا دو جس کا وہ مفسر یا مورخ قائل ہے بدون دلیل قطعی کے ہم آپ کے مفسروں کا اور مورخوں کا کہنا کیونکر مان لیں اور بعض عیسائی صاحب فرماتے ہیں کہ یوسی بیس مورخ اپنی تواریخ میں شہادت دیتا ہے کہ کتاب استثنا کا ۳۴ باب حضرت عزرا علیہ السلام نے زیادہ کیا ہے تو اس امر کے ہمارے پاس دو جواب ہیں۔

اول یوسی بیس تیسری+ صدی کا شخص ہے اور حضرت عزرا کے آٹھ سو پچاس برس بعد پیدا ہوا ہے۔ اس کا لکھنا کوئی حجت قائم نہیں کر سکتا ہاں اگر کوئی عیسائی یوسی بیس سے لیکر حضرت عزرا علیہ السلام تک سلسلہ اور سند پہنچا دے تو پھر یہ بات قابل اعتبار ہو سکتی ہے بدون سندات کے ہم کیونکر مورخ مذکور کا اعتبار کریں اور یہ مورخ عیسائی بھی تھا شاید اس نے اپنے مذہب کی رعایت کی خاطر یوں ہی زبانی جمع خرچ پورا کر دیا ہو +

دوم۔ یہ مورخ عیسائیوں کے نزدیک بھی چنداں معتبر نہیں ہے کیونکہ یہی مورخ اپنی تواریخ کلیسیا میں رقم طراز ہے کہ کتاب مکاشفات حضرت یوحنا حواری کی تصنیف نہیں بلکہ سرنتھس ملحد نے تصنیف کر کے یوحنا حواری کی طرف منسوب کر دی ہے اور بعد تحقیق کے مورخ مذکور صاف لکھتا ہے کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ کتاب مکاشفات یوحنا حواری کی تصنیف نہیں اگر مورخ صاحب کا یہ قول سچا ہے تو آپ کیوں اسے یوحنا کی طرف نسبت دیتے ہیں اگر یوسی بیس اپنے اس دعوے میں جھوٹا ہے تو پھر اُس کے پہلے قول کا بھی اعتبار نہیں اور اس وجہ سے اس مورخ کی تواریخ سے سند پیش کرنا درست نہیں ہے اور نہ اس سے دعوے کو کوئی تقویت پہنچ سکتی ہے +

سوم۔ پادری ٹھاکر داس اپنے اظہار عیسوی مطبوعہ ۱۸۸۲ء کے صفحہ ۱۳۲ میں لکھتا ہے کہ باب ۳۴ استثنا کی پہلی آیات غالباً حضرت یشوع نے لکھی ہیں اور باقی چار آیات حضرت شموئیل نے اور ان کے اُستاد پادری عماد الدین پانی پتی اپنی ہدایت المسلمین مطبوعہ ۱۸۶۸ء کے صفحہ ۷ میں فرماتے ہیں کہ یہ تمام باب حضرت عزرا نے لکھا ہے اب دونو صاحبوں میں سچا کون ہے اور کذب کس طرف عائد ہوتا ہے۔ اس موقع پر ہمیں پادری والہ صاحب

+ نوٹ دیکھو نیاز نامہ مطبوعہ ۱۸۹۸ء کا صفحہ ۲۲۰ سطر ۳ +

کو پادری تھا کرداس کا اُستاد اسواسطے لکھا ہے کہ موخرالذکر نے اپنی کتاب اظہار عیسوی میں اول الذکر کی کتاب ہدایۃ المسلمین سے اکثر انتخاب کیا ہے۔

عیسائی کہا کرتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں ایک ہی فرد پر ایک دوسرے کے بعد کتاب لکھنے کا دستور تھا اور پہلی کتاب کا آخر دوسری کتاب کے شروع سے الگ معلوم نہیں ہوسکتا تھا اسلئے یشوع کی کتاب کا پہلا باب استثنا کے آخری باب میں شامل ہوکراس کے ۳۴ باب ہوگئے۔ مگران کا یہ کہنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے کبھی عہد عتیق کو خواب میں بھی نہیں دیکھا۔ دیکھئے عہد عتیق کے مصنفوں کا دستور ہے کہ جب اپنی کتاب شروع کرتے ہیں تو اپنا اور اپنے والد کا نام ضرور لکھتے ہیں جیسا کہ کتاب امثال سے لیکر کتاب ملاکی تک ہر ایک کتاب کے پہلے باب میں مصنف کا اور مصنف کے باپ کا نام موجود ہے اور ہر ایک بائیبل دان ان کتابوں کے پہلے باب کو پہلا ہی باب جانتا ہے۔ ایسا ہی حضرت یشوع بن نون کی کتاب میں آپکا نام اور آپ کے والد[1] کا نام موجود ہے پھر عیسائیوں کا یہ نیا منطقی قاعدہ کون عاقل قبول کرسکتا ہے۔ پھراس کتاب کے پہلی ہی آیت کے لفظ تھا سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب یشوع کی تصنیف ہی نہیں بلکہ لکھنے والا اس عبارت کا بعد حضرت یشوع کے ہوا ہے اور حضرت یشوع کے قصہ کو بطور ماضی کے لکھتا ہے اب عیسائیوں کا یہ کہنا کہ یشوع کا پہلا باب استثناء کے آخری باب میں مل گیا ہوگا کیسا غلط ہوگیا۔ الغرض جب قطعی دلیل سے ثابت ہوگیا کہ ضرور حضرت موسےٰ علیہ السّلام کے بعد آپ کی توریت میں الحاق ہوگیا ہے اور الحاق کرنے والے کا پتہ ہی نہیں تو پھراس سے اور زیادہ ثبوت تحریف بائیبل کا کیا ہوگا۔

دیکھئے یہاں تک تو بائیبل میں زیادتی بیان کی گئی اب کمی کا ہونا بھی بائیبل میں عیسائی بزرگوں کی زبانی ہی ثابت کردیتے ہیں۔ دیکھئے یوسی بیس مؤرخ جو عوام مسیحیوں کے نزدیک بڑا معتبر شخص ہے اپنی تواریخ کی چوتھی جلد کے باب ۱۸ میں صاف لکھتا ہے کہ جسٹن نے مباحثہ طریفون یہودی میں

---

[1] جب خداوند کا بندہ موسے مرگیا تو یوں ہوا کہ خداوند نے نون کے بیٹے یشوع کو جو موسےٰ کا خادم تھا خطاب کرکے فرمایا۔

کئی پیشین گوئیاں ذکر کرکے دعوے کیا ہے کہ یہود نے ان کو نکال ڈالا ہے انتہے
اب اگر جسٹن شہید سچا ہے تو اسکے قول کے موافق یہود نے یقیناً پیشین گوئیوں
کو عبری سے نکال ڈالا ہے اس صورت میں تحریف ثابت ہے - اور اگر وہ جھوٹھا
ہے تو عیسائیوں کا یہ پیشوا جو سلف میں بہت معتبر گنا جاتا ہے کتنا بڑا محرف
تھا اور اپنے دعوے کے اثبات کے لئے اپنی طرف سے پیشین گوئیاں گھڑ کر انکو
کلام اللہ اور الہامی کتابوں کی عبارت بتلاتا تھا جس سے سلف کا
تحریف کرنا واضح ہے اور جب سلف کے بزرگوں کا یہ حال ہے تو ان کی
خلف زمانہ حال کا حال انہی سے واضح ہے - پھر ہارون صاحب اپنی تفسیر
کی چوتھی جلد کے صفحہ ۶۲ میں لکھتا ہے کہ جسٹن شہید اپنی کتاب مباحثہ میں
جو طریفون یہودی سے ہوا تھا لکھتا ہے کہ عزرا نے لوگوں سے کہا تھا کہ یہ
عید فصیح کا کھانا ہمارے خداوند نجات دہندہ اور پناہ کا کھانا ہے تو
سمجھو کہ اگر تم خداوند کو اس نشان یعنی کھانے سے اچھا سمجھوگے اور اسپر
ایمان لاؤگے تو یہ زمین کبھی ویران نہ ہوگی اور اگر تم اسپر ایمان نہ لاؤگے
اور اس کا وعظ نہ سنوگے تو تم غیر قوموں کی ہنسائی کا سبب ہوگے
اور اس فقرے کو یہودیوں نے عبری سے نکال ڈالا ہے اور وائی ٹیکر
جسٹن شہید کے قول کا حامی ہوکر لکھتا ہے کہ غالباً یہ فقرات کتاب عزرا
کے چھٹے باب ورس ۲۰ و ۲۱ کے ہونگے اور ڈاکٹر اے کلارک نے جسٹن
شہید کے قول کی تصدیق کی ہے اور وارڈ صاحب اپنی کتاب اغلاط نامہ
کے مقدمہ کے صفحہ ۱۰ و ۱۱ نسخہ مطبوعہ ۱۸۴۱ء میں لکھتا ہے کہ ڈاکٹر
ہم فری صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۱۷۰ میں لکھتا ہے کہ یہودیوں کے
وہم نے (عہد عتیق کے کتابوں کو) کئی جگہ ایسا خراب (یعنی محرف)
کیا ہے کہ پڑھنے والا اسکو سہولیت سے معلوم کر سکتا ہے پھر لکھتا ہے
کہ یہود کے عالموں نے مسیح کی بشارات کو بہت بُری طرح سے بگاڑ ڈالا ہے۔
اے پادری صاحبان فرمائیے جب آپ کے محققین کے نزدیک حضرت
مسیح کی بشارات کا نکالا اور بگاڑا جانا ثابت ہے تو پھر نہیں معلوم آپ
ایسے صریح اور صاف ثبوت تحریف سے کیوں انکار کیئے جاتے ہیں۔
کیا آپ کو اپنے بزرگوں کا اعتبار نہیں یا اپنے بزرگوں کی تحریر پر

نسقفو شیں سا۔ ذرا اگر یہ نہیں تو آپ ولیسے تحریف مانتے ہونگے مگر اقرار کرتے ہوئے شرم آتی ہوگی۔ صاحبان آپ کو اس شرم سے باز رہکر صاف اقرار کرنا چاہیئے اور پھر ان محرف کتابوں سے روگردان ہوکر نے تحریف اور نے تبدیل کلام اللہ کو مان لینا چاہیئے جس کی نسبت اللہ جلشانہ اپنے کلام یعنی قرآن شریف میں سورۂ حجر رکوع اول میں خود ارشاد فرماتا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْن۔ ترجمہ بیشک ہم نے قرآن کو اُتارا ہے اور ہم ہی اُس کے نگہبان ہیں۔ سبحان اللہ کیا نعمت ہے کہ جو نقص کمی وبیشی تغیر وتبدل ہونے کا پہلی کتابوں میں تھا وہ اس کلام میں بالکل نہیں رہا۔ اور اب آدمیوں سے اس میں تحریف کرنے کی استطاعت ہی لے لی ہے۔ اخیر میں ہم نہایت سچائی کے ساتھ خداوند کریم سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ ان ضالین عیسائیوں اور مغضوب یہود کو راہ راست پر لادے اور اُنسے تثلیث وکفارہ کے باطل عقیدے اور تحریف شدہ عہد عتیق وجدید کی پیروی چھڑاوے۔ آمین ثم آمین

فصل پنجم۔ عصمت انبیاء علیہم السلام کا ثبوت عقلی

(دلیل اول) اگر یہ امر مانا جاوے کہ عیسائیوں کے عقیدے بموجب نعوذ باللہ من ذالک پیغمبر گنہگار رہیں اور گناہ عام ہے مثلاً کوئی پیغمبر حالت پیغمبری میں زناکار۔ جھوٹا۔ مکار۔ فریبی۔ بت پرست حتے کہ ہر طرح کے گناہ سے ملوث ہو اور اپنے ہمعصر لوگوں کو جن کی طرف یہ پیغمبر مبعوث ہوا ہے بطور وعظ ونصیحت کے تبلیغ احکام الٰہی کرنے بیٹھے اور اپنی زبان سے فرمائے کہ اے لوگو میں تمہاری طرف پیغمبر ہوکر آیا ہوں تم میری فرمانبرداری کرو اور تم زنا نہ کرو جھوٹ نہ بولو اور بت پرستی سے توبہ کرو۔ کیا اُس پیغمبر کے وعظ ونصیحت سننے والے اُس پیغمبر کی زناکاری اور جھوٹ اور فریب وبت پرستی وغیرہ کو نظر انداز کرکے اُسپر ایمان لائینگے ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ تو صاف صاف اُس پیغمبر فاسق وفاجر کو کہ دینگے اے حضرت خود را فضیحت دیگراں را نصیحت اور دیکھ خود تیری آنکھ میں شہتیر ہے اے

ریاکار پہلے اپنی آنکھ سے شہتیر نکال پھر اُس تنکے کو جو تیرے بھائی کی آنکھ میں ہے اچھی طرح نکال سکیگا (متی باب ۷ آیتہ ۵) کیا اپنے ہمعصروں کے یہ کلمات سن کر وہ گنہگار پیغمبر پھر بھی وعظ و نصیحت کریگا ہرگز نہیں ہرگز نہیں جب مارے شرم کے وہ گنہگار پیغمبر پیغام الٰہی پہنچا ہی نہیں سکتا تو دنیا کو اس کی پیغمبری سے کیا فائدہ - چونکہ فعل خداوندی عبث نہیں ہوتا اس لئے ثابت ہوا کہ پیغمبر کے لئے معصومی لابدی ہے اور پیغمبر معصوم ہونا ضروری ہے +

(دلیل دوم) اگر نبی بعد نبی ہونے کے گنہگار ہو خصوصًا زناکار جھوٹا اور فریبی - تو بھلے اور پاک طینت آدمی اُس سے نفرت کرینگے اور اُس کو جھوٹا اور فریبی کہینگے پس اُس نبی کی نبوت سے کیا فائدہ اسلئے ضرور ہے کہ جس طرح خداوند کریم نے سچے نبی کی نبوت کی تصدیق کے واسطے نبی کو معجزہ عطا کیا ہے جو تمام انسانی قوتوں سے بالاتر اور فوق العادت ہے اگر ویسے ہی اپنی کمال مہربانی سے نبی کو عصمت عنایت و عطا فرمائے اور ہر حال میں نبی کو گناہ سے بچائے تو کیا بعید از قیاس ہے کیونکہ نبی کا باوجود بشر ہونے کے گناہوں سے محفوظ ہونا یہی نبوت کی دلیل اور تصدیق ہے جو ماسوائے نبی کے اور فرد میں غیر ممکن ہے +

(دلیل سوم) اگر انبیاء علیہ السلام کو گنہگار مانا جائے تو یہ امر خلاف منشاء خداوندی ہے کیونکہ خود خداوند کریم نے انبیاء علیہم السلام کو خلق کی طرف ہدایت کے لئے ارسال کیا ہے پس جب وہ خود گناہ میں گرفتار ہوں تو خلق خدا بنظر اتباع سنت پیغمبر کے گناہ میں مصروف ہوجاوے گی اور بجائے ہدایت کے گناہ کی ترقی ظہور میں آئیگی جو منشاء خداوندی کے بالکل خلاف ہے +

(دلیل چہارم) اگر نبی حالت نبوت میں گناہ کرتا رہے اور گناہ عام ہے جس میں جھوٹ بھی داخل ہے اور نبی کے جھوٹ بولنے سے خلق خدا کو احکام خداوندی پہنچانے میں بھی شک ہو جائیگا جب شک ہوا تو اعتبار ساقط ہو جائیگا جب اعتبار ساقط ہوا تو پیروی بھی نبی کی جاتی رہیگی جب نبی کی پیروی جاتی رہی تو بندگان خدا راہ راست سے محروم رہجائینگے پھر ایسے نبی کی نبوت سے کیا فائدہ لیکن یہ امر منشاء الٰہی کے خلاف ہے لہذا عصمت نبی بحال +

(دلیل پنجم) اگر انبیاء ہی گناہ کرنے لگیں تو عامۂ خلایق میں اور انبیاء

میں تمیز کیونکر ہوگی اور عامۂ خلایق و نبی میں تمیز ضروریات سے ہے وہ تمیز
کا بدی عصمت ہوئی ✦

(دلیل ششم) جو شخص گناہ پر عذاب ہونے سے واقف ہو کر ارتکاب گناہ
کا کرے وہ زیادہ عذاب کا مستحق ہے اور انبیا علیہم السلام سے زیادہ گناہ کی
باریکیوں اور حقیقتوں سے اور کون واقف ہے تو بس نبی بسبب زیادہ واقفیت
کے زیادہ مستحق عذاب کے ٹھیرے تو یہ نبوت نہ ٹھیری وبال جان ٹھیرا جو عامۂ
خلائق سے بھی مشکل میں پھنسے ✦

(دلیل ہفتم) عیسائیوں کی بے انصافی یا امور دینی سے نادانی دیکھو
جو انصاف کا خون کر رہی ہے کہ عام بندگان خدا میں سے پاسبانوں یعنی پادریوں
کے لئے نیک چلنی اور پاک بازی اعلےٰ درجہ کی تجویز کی جائے اور انبیا علیہم السلام
کی کوئی خصوصیت جو مابہ الامتیاز اور فوقیت غیروں پر ہو تسلیم نہ کی جائے اس سے
بڑھکر بھی کوئی بے انصافی ہو سکتی ہے۔ پاسبانان کلیسیا کے لئے پولوس صاحب
خط تمطاؤس اول باب ۳ آیتہ اول میں کیا کیا قیود تجویز فرماتے ہیں۔ لکھتے ہیں
کہ یہ بات سچ ہے کہ جو کلیسیا کی نگہبانی کی آرزو رکھتا اچھے کام کو چاہتا ہے۔ پس
چاہیئے کہ نگہبان بے عیب ایک جورو کا شوہر۔ پرہیزگار۔ صاحب تمیز۔ شائستہ۔
مسافر دوست۔ تعلیم دینے میں قابل ہو۔ نہ کہ شرابی یا مارپیٹ کرنے والا یا
ناروا نفع حاصل کرنے والا۔ بلکہ میانہ رو ہو۔ تکراری اور لالچی نہ ہو اور
اپنے گھر کا بخوبی بندوبست کرتا اور کمال درستی کے ساتھ لڑکوں کو حکم میں
رکھتا ہو کہ اگر کوئی اپنے ہی گھر کا بندوبست نہ کرنا جانے وہ خدا کی کلیسیا
کی خبرداری کیونکر کریگا اور نیا مرید نہ ہو کہیں وہ غرور کر کے شیطان کی طرح
عذاب میں پڑے اور چاہیئے کہ باہر والوں کے نزدیک بھی نیکنام ہو انتہیٰ۔
دیکھیئے ان آیات مذکورۂ بالا میں کلیسیا کے پاسبان میں کیسی خوبیاں
اور کیا کیا خصائل میاں پولوس صاحب نے مقرر فرمائے ہیں اب انصاف
کرنا چاہیئے کہ کلیسیا کا پاسبان جو صرف سو یا پچاس آدمیوں کا نگہبان
مقرر کیا جاتا ہے اسکے واسطے تو حضرت پولوس نے اتنی شرطیں مقرر فرمائیں
اور انبیاء علیہم السلام میں جو خدا کی طرف سے سارے جہان کے پاسبان ہیں
یہ اوصاف بھی نہ ہوں اور وہ زانی۔ شرابی۔ جھوٹ بولنے والے بت پرست

فریبی - جھوٹی قسمیں کھانے کے استاد - عیسائیوں نے خدا کو تیس روپیہ پر فروخت کرنے والے - اور رات دن ہر طرح کے گناہ میں مست رہنے والے ہوں تو بڑے تعجب کا مقام ہے کہ ان قیود کی وجہ سے تو کلیسیا کے پاسبانوں کا مرتبہ انبیاء علیہم السلام سے بھی زیادہ ہوا جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر درحقیقت پاسبانان کلیسیا پیغمبروں سے کم درجے کے ہیں تو شرائط مقرر کردہ حضرت پولوس باطل ہیں اور اگر پاسبانان کلیسیا کا مرتبہ حضرات انبیاء علیہم السلام سے زیادہ ہے تو ان کی کتب الہامیہ پر پاسبانان کلیسیا کی کلام کو ترجیح ہونی چاہیئے اور اُن کی پیروی پیغمبروں سے زیادہ کرنی چاہیئے

فصل ششم حضرت مسیحؑ کا ازروئے اناجیل مروجہ حال کے گنہگار ہونا۔

ہم اہل اسلام حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو ازروے قرآن شریف گنہگار نہیں جانتے بلکہ حضرت مسیحؑ کی کیا خصوصیت ہے تمام انبیاء علیہم السلام کو معصوم جانتے ہیں مگر اناجیل کی سیر و مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام سے ضرور گناہ ہوتے رہے اس لئے چند گناہ حضرت مسیحؑ کے ازروے اناجیل مروجہ حال نقل کفر کفر نباشد نقل کئے جاتے ہیں +

عیسائیوں کے عقیدے کے بموجب گناہ کی دو قسموں شرعی اور فطرتی کا مفصل بیان گزر چکا ہے - سو قسم دوم کی گناہ سے حضرت مسیح علیہ السلام بھی ازروے بائیبل بری نہیں ہو سکتے - کتاب ایوب - باب ۱۵ - آیت ۱۴ میں ہے کہ جو عورت سے پیدا ہوا ہے کیا ہے کہ صادق ٹھیرے - اس سے ظاہر ہے کہ آدم زاد جو عورت سے پیدا ہو فطرتی گناہ سے پاک نہیں ہو سکتا - چونکہ حضرت مریم والدہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام جو حضرت حوّا علیہا السلام کی اولاد سے خارج نہ تھیں فطرتی گناہ میں ملوث تھیں اسلئے ان کے بیٹے حضرت مسیحؑ بھی اس فطرتی گناہ سے بری نہیں ہو سکتے جیساکہ ایوب باب ۱۴ آیت ۴ میں ہے کون ہے جو ناپاک سے پاک نکالے کوئی نہیں۔

سلاطین اول کے باب ۸ آیت ۴۶ میں ہے - کیونکہ ایسا آدمی نہیں جو خطا کار نہ ہو - پھر دوم تواریخ باب ۶ آیت ۳۶ میں ہے کوئی انسان نہیں جو خطا نہیں کرتا - واعظ باب ۷

آیت ۲۰ میں ہے کوئی انسان زمین پر ایسا صادق نہیں کہ نیکی کرے اور خطا نہ کرے
چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی انسان تھے اسلئے وہ بھی ان آیات کے بموجب خطا کار تھے

اب ہم چند فعلی گناہ حضرت مسیحؑ کے از روے اناجیل بیان کرتے ہیں

گناہ اوّل انجیل متی باب ۳ آیت ۱ میں ہے۔ اُن دنوں یوحنا بپتسمہ دینے والا یہودیہ کے بیابان میں ظاہر ہو کر منادی کرنے اور یہ کہنے لگا کہ توبہ کرو۔ کیونکہ آسمانی بادشاہت قریب ہے۔ اس کے بعد آیت ۵ و ۶ میں ہے تب یروسلم اور سارے یہودیہ اور یردن کے سب آس پاس کے رہنے والے اس پاس چلے آئے اور اُنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کر کے یردن میں اس سے بپتسما پایا۔ پھر آیت ۱۳ تا ۱۵ میں ہے تب یسوع جلیل سے یردن کے کنارے یوحنا کے پاس آیا تاکہ اس سے بپتسمہ پاوے۔ پر یوحنا نے اسے منع کیا اور کہا کہ میں تجھ سے بپتسمہ پانے کا محتاج ہوں اور تو میرے پاس آیا ہے۔ یسوع نے جواب میں اس سے کہا کہ اب ہونے دے کیونکہ ہمیں مناسب ہے کہ یونہی سب راستبازی پوری کریں تب اُس نے ہونے دیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ عام گنہگاروں کی طرح حضرت مسیح نے حضرت یوحنا کے ہاتھ بپتسما پایا۔ اور یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو آپ واقعی گنہگار تھے جو یوحنا کی بپتسما کے محتاج ہوئے تو اس سے ہمارا مطلب حاصل۔ اگر آپ گنہگار نہیں تھے تو یہ کام آپ نے محض نکما اور بیفائدہ کیا اور نکمے اور بے فائدہ کام انبیاء علیہم السلام کی شان سے بعید ہیں

گناہ دوم۔ کتاب خروج باب ۲۰ آیت ۱۲ میں خداوند کریم فرماتا ہے کہ تو اپنے ماباپ کو عزت دے تاکہ تیری عمر اُس سرزمین پر جو خداوند تیرا خدا تجھے دیتا ہے دراز ہووے۔ یہ حکم شریعت ہے جس کے برخلاف حضرت مسیحؑ نے اپنی والدہ کو عزت نہیں دی بلکہ سخت بےعزتی اور حقارت کے لفظ بولے ہیں۔ دیکھو انجیل یوحنا باب ۲ آیت ۴ یسوع نے اُس سے یعنی حضرت مریم سے کہا کہ اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام۔ دیکھئے والدہ کو اے عورت کہنا سراسر تہذیب کے خلاف اور بالکل بے عزتی اور حقارت ہے جس کو علماے مسیحی بھی مانتے ہیں چنانچہ تفسیر بارنس صاحب کے حصۂ دوم کے صفحہ ۲۱۹ میں اس آیت کی شرح میں لکھا ہے کہ مسیحؑ نے اپنی والدہ کو اس آیت میں بہت ہی ملامت اور بےعزتی اور حقارت کے الفاظ بولے ہیں

کہ ایسا کوئی لفظ مشتمل بر حقارت نہ ہوگا جیسے کہ اے عورت تجھکو میرے سے کیا کام۔ انتہٰے۔ شاید اسی لئے مسیح کی عمر زیادہ نہ ہوئی ہو جو آپ نے خلاف حکم خداوندی اپنی ماں کو سخت سست کہا +

گناہ سوم - کتاب احبار باب ۱۹ - آیت ۱۱ میں اللہ تعالے فرماتا ہے کہ ایک دوسرے سے جھوٹ مت بولو۔ اب اس حکم خداوند تعالے کے خلاف حضرت مسیحؑ کا جھوٹ بولنا انجیل متی باب ۸ آیت ۲۰ سے ثابت ہے جہاں لکھا ہے یسوع نے اس سے کہا کہ لومڑیوں کے لئے ماندین اور ہوا کے پرندوں کے واسطے بسیرے ہیں پر ابن آدم کے لئے جگہ نہیں جہاں اپنا سر دھرے - اس آیت سے بخوبی معلوم ہوگیا کہ حضرت مسیحؑ کا کوئی مکان سکونتی بالکل نہ تھا صرف خانہ بدوش ہی پھرا کرتے تھے اسلئے لاچار ہوکر آپنے فرمایا کہ ابن آدم کو اتنی بھی جگہ میسر نہیں جہاں اپنا سر دھرے حالانکہ یہ مسیحؑ کا کہنا بالکل جھوٹ ہے اور آپ کا مکان سکونتی موجود تھا دیکھو انجیل یوحنا باب اول آیت ۳۹ میں صاف لکھا ہے کہ اے اُستاد تو کہاں رہتا ہے اُسنے یعنی حضرت عیسےٰؑ نے اُنہیں کہا چلو دیکھو ییں وے آئے اور جہاں وہ رہتا تھا دیکھا اور اُس روز اُس کے ساتھ رہے - اب یا تو مسیحؑ نے صریح جھوٹ بولکر اپنے مکان سکونتی سے ناحق کرکے خلاف شریعت اور حکم خداوندی کیا - یا یوحنا حواری نے جھوٹ بول کر آپ پر مکان سکونتی کی تہمت لگائی

گناہ چہارم - جھوٹ بولنا اور وعدہ خلافی کرنا سخت گناہ ہے اور حضرت مسیحؑ نے اکثر وعدہ خلافیاں کیں چنانچہ ان میں سے چند یہاں نقل کی جاتی ہیں (۱) انجیل متی باب ۱۲ آیت ۴۰ کیونکہ جیسا یونس تین دن اور تین رات مچھلی کے پیٹ میں تھا ویسے ہی انسان کا بیٹا تین دن اور تین رات زمین کے دل میں ہوگا - اور اب اس کو بدل کر یوں کیا گیا ہے کہ ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہیگا - خیر کچھ ہو اس سے مسیح کی وعدہ خلافی اور جھوٹ ثابت ہے کیونکہ از روئے انجیل بروز جمعہ مسیح کو صلیب ہوئی اور شام کے وقت قبر میں فون ہوئے دیکھو انجیل مرقس باب ۱۵ آیت ۴۲ - اور

[1] (۴۲) اور جب کہ شام ہوئی اسلئے کہ طیاری کا دن تھا جو سبت سے پہلے ہوتا یوسف ارمتیا ... آیا اور دلیری سے پلاطس پاس جا کر یسوع کی لاش مانگی +

اتوار کو علی الصباح پو پھٹنے سے پیشتر قبر سے غایب ہو گئے دیکھو انجیل متی باب ۲۸ آیت اول۱ - اب انصاف تو یہ ہے کہ جمعہ کا دن شمار نہ کیا جاوے کیونکہ جمعہ کی شام کو مسیح قبر میں رکھے گئے ہیں باقی رہی بار کی رات اور اتوار کی رات جس میں پو پھٹنے سے پہلے ہی قبر سے غایب ہو گئے اس حساب کے بموجب صرف دو راتیں اور ایک دن قبر میں رہے اگر عیسائی صاحب جمعہ کو بھی شامل کر لیں تو دو دن اور دو راتیں ہوتی ہیں - لیکن مسیح کا وعدہ تین دن اور تین رات کا تھا - جس کے خلاف وقوع میں آیا - (۴) انجیل متی باب ۱۶ آیت ۲۸ میں تمسے سچ کہتا ہوں کہ اُن میں سے جو یہاں کھڑے ہیں بعضے ہیں کہ جبتک ابن آدم کو اپنی بادشاہت میں آتے دیکھہ نہ لیں موت کا مزا نہ چکھینگے دیکھئے جن بعضوں کے ساتھ مسیح وعدہ کرتے ہیں کہ تم میرے دوبارہ آنے تک زندہ رہو گے وہ تو کیا اُن کی اولاد بھی باقی نہیں رہی اور اب تک آپ نہیں آئے کیا اس جھوٹ میں بھی عیسائیوں کو کچھ شک ہے (۴) انجیل لوقا باب ۲۳ آیت ۳۹ اور ایک اُن بدکاروں میں سے جو صلیب پر لٹکائے گئے تھے اُسے طعنہ مارکے کہتا تھا کہ اگر تو مسیح ہے تو آپ کو اور ہم کو بچا دوسرے نے اسے ملامت کرکے جواب دیا کیا تو بھی خدا سے نہیں ڈرتا جس حال کہ اسی سزا میں گرفتار ہے اور ہم تو واجبی کیونکہ اپنے کاموں کا پھل پاتے ہیں پھر اُس نے تو کوئی بیجا کار نہ کیا اور اُس نے یسوع سے کہا اے خداوند جب تو اپنی بادشاہت میں آوے مجھے یاد کیجیو یسوع نے اس سے کہا میں تجھ سے سچ کہتا ہوں کہ آج تو میرے ساتھ بہشت میں ہوگا حضرت مسیح نے چور کے ساتھ بہشت میں جانے کا وعدہ آج ہی کا کیا تھا جو چوبیس گھنٹے سے زیادہ تجاوز نہیں کر سکتا سو یہ وعدہ مسیح کا بالکل جھوٹ نکلا کیونکہ بموجب اعتقاد عیسائیوں کے مسیح تین دن اور تین رات نعوذ باللہ دوزخ میں رہے دیکھو کتاب الصلوٰة مطبوعہ ۱۶۰۳ء میں لکھا ہے کہ مسیح

۱ (۱) بہت کے بعد جب ہفتہ کے پہلے دن پو پھٹنے لگی مریم مگدلینی اور دوسرے مریم قبر کو دیکھنے آئیں - آیت ۲ و ۳ میں فرشتے کے آنے کا ذکر ہے - پھر (۵) میں ہے - پر فرشتے نے مخاطب ہو کر ان عورتوں سے کہا تم مت ڈرو میں جانتا ہوں کہ تم یسوع کو جو صلیب پر کھینچا گیا ڈھونڈتی ہو وہ یہاں نہیں ہے کیونکہ جیسا اُسنے کہا تھا وہ اُٹھا ہے +

ہمارے لئے مؤا اور دفن ہؤا اس طرح یہ اعتقاد فرض ہے کہ وہ جہنم میں گیا اور پادری فنڈر صاحب نے بھی یہ امر مان لیا دیکھو کتاب حل الاشکال مطبوعہ سنہ ۱۸۸۶ء کے صفحہ ۱۰۴ سطر ۱۳ میں۔ علاوہ ازیں انجیل مروجۂ حال خط اوّل پطرس باب ۳ آیت ۱۹ میں ہے وہ جسم کے حق میں تو مارا گیا لیکن روح میں زندہ کیا گیا جس میں ہو کے اس نے ان روحوں کے پاس جو قید تھیں جا کے منادی کی جو آگے نافرمان بردار تھیں۔ دیکھئے نافرمانوں اور گنہگاروں کی روحیں جنکو یہاں قیدی لکھا ہے سوائے دوزخ کے اور کہاں قید تھیں اور مسیح ان قیدی روحوں کے پاس جو دوزخ میں قید تھیں گئے بہرحال دوزخ میں جانا مسیح کا ثابت ہے اور چالیس روز زندہ ہونے کے بعد تک آپ زمین پر رہے دیکھو اعمال باب اوّل آیت ۳ الغرض جب ۴۳ یوم خود بدولت ہی کو بہشت نصیب نہیں ہؤا اور چور کے ساتھ وعدہ آج کا تھا تو یہ خلاف وعدہ کرنا بیشک گناہ عظیم ہے اگر کوئی عیسائی یوں کہے کہ چور کی روح اسی روز بہشت میں چلی گئی ہوگی تو پھر وعدہ خلافی کیونکر ہوئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل چور کے روح کی اُسی روز بہشت میں جانے کی کوئی دلیل انجیل سے پیش کرنی چاہیئے بدون دلیل کے آپکا دعوے قابل سماعت نہیں دوم فرض کرو کہ چور اسی روز اکیلا بہشت میں گیا تو بھی مسیح کی وعدہ خلافی میں کیا شک ہے کیونکہ مسیح نے چور سے اپنے ساتھ بہشت میں جانیکا وعدہ کیا ہے۔ سوم ۴۳ یوم تک مسیح کا بہشت میں نہ جانا ثابت کر چکے ہیں علاوہ ازیں اگر چور کی روح بہشت میں جاتی تو یوحنا حواری ضرور مکاشفات میں ذکر کرتے کیونکہ یوحنا حواری نے بہشت کی خوب سیر کی ہے حتے کہ وہ بہشت کو جریب سے پیمائش بھی کر چکے کیا پیمائش کے وقت اس چور کی روح اُسے نظر نہ آئی ہوگی الغرض دلائل مذکورۂ بالا سے بخوبی معلوم ہوگیا کہ ضرور مسیح نے چور سے وعدہ خلافی کی اور وعدہ خلافی سخت گناہ ہے۔

گناہ پنجم۔ مسیح کا اپنے شاگردوں کو جھوٹ کی ترغیب دینا مرقس باب ۸

ف اُن پر اُس نے اپنے مرنے کے پیچھے آپ کو بہت سی قوی دلیلوں سے زندہ ثابت کیا کہ وہ چالیس دن تک انہیں نظر آتا اور خدا کی بادشاہت کی باتیں کہتا رہا۔

آیت ۲۷ تب یسوع اور اُس کے شاگرد قیصریہ فلپی کی بستیوں میں گئے اور راہ میں اُسنے اپنے شاگردوں سے پوچھا کہ لوگ کیا کہتے ہیں کہ میں کون ہوں انہوں نے جواب دیا کہ یوحنا بپتسما دینے والا اور بعضے الیاس اور بعضے نبیوں میں سے ایک - پھر اُس نے انہیں کہا تم کیا کہتے ہو میں کون ہوں پطرس نے جواب میں اُس سے کہا تو تو مسیح ہے تب اُس نے اُنہیں تاکید کی کہ میری بابت کسی سے یہ بات کہو اور یہی قصہ متی باب ۱۶ آیت ۱۳ تا ۲۰ اور لوقا باب ۹ آیت ۱۸ تا ۲۱ میں بھی بہ تغیر عبارت یوں ہی مذکور ہے جس سے ظاہر ہے کہ اولاً حضرت مسیح نے اپنے شاگردوں کو اپنی مسیحیت جتلائی اور بعد اس کے پھر اُنہیں منع کر دیا کہ میرا مسیح ہونا کسی پر ظاہر مت کرنا اب اگر کوئی سائل حوارین سے دریافت کرے کہ آیا حضرت مسیح یہی ہیں اگر حوارین سائل کے جواب میں سچ بولیں اور صاف صاف حضرت کا اسم مبارک بتلا دیں تو مسیح کے نافرمان ٹھیریں اور پیغمبر کی نافرمانی عین خدا کی نافرمانی ہوتی ہے اگر حوارین جھوٹ بولکر حضرت مسیح کا اسم پوشیدہ کرکے کوئی فرضی نام لیں تو جھوٹ بولنا سخت گناہ ہے الغرض دونو صورتوں میں حواری مرتکب گناہ کے ہوتے ہیں اور ان دونو گناہوں کے اصل بانی حضرت مسیح ہی ٹھیرتے ہیں کیونکہ بہرصورت حواریوں کو گناہ کی ترغیب مسیح نے دی ہے اور گناہ کی ترغیب دینا عین گناہ ہے ؛

گناہ ششم - انجیل متی ۱۹ باب ۱۶ آیت اور دیکھو ایک نے آکے اس سے کہا اے نیک استاد میں کونسا نیک کام کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں اس نے یعنی حضرت مسیح نے اس سے کہا تو کیوں مجھے نیک کہتا ہے نیک تو کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا - دیکھئے خود حضرت مسیح اپنے نیک ہونے سے انکار فرماتے ہیں یہ انکار فرمانا حضرت مسیح کا دو حال سے خالی نہیں یا تو واقعی حضرت مسیح نیک نہیں تھے تو مطلب حاصل - پھر حضرات عیسائی کیوں مسیح کی تکذیب کرکے انکو بے گناہ ثابت کرتے ہیں یہ تو وہی مثل ہوئی کہ مدعی سست اور گواہ چست اور اگر مسیح واقعی نیک تھے تو جھوٹ بول کر اپنے نیک ہونے سے انکار کرتے ہیں اور جھوٹ بولنا بیشک گناہ عظیم ہے -

یہ چھ گناہ مشت نمونہ از خروار ہم نے بیان کردئے ہیں اور اٹھارہ گناہوں کا سامان از روئے انجیل ہمارے پاس موجود ہے اگر کوئی عیسائی

خواہش کریگا تو بیان کئے جائینگے بسبب طول ہونے مضمون کے یہاں بیان نہیں کرتے کیونکہ ہمارا ارادہ ہے کہ عنقریب ہی مسیح مصلوبی کے گناہگار ہونے پر ایک مستقل رسالہ علیحدہ تحریر کریں +

تب الخیر

خاتمہ

اے ناظرین احکام الٰہی کے توڑنے اور خداوند تعالےٰ کی نافرمانیوں کا بڑا بھاری ذریعہ عیسائیوں کا ساختہ پرداختہ مسئلہ کفارہ ہے جس کے بھروسے پر عیسائی بے دھڑک دن رات گناہ کرتے ہیں چنانچہ لوتھر مارٹین فرقہ پروٹسٹنٹ کے پیشوا فرماتے ہیں کہ فقط ایمان رکھو اور بغیر روزہ کے سختی اور کسی پرہیز کے بار کے۔ بغیر اعتراف کی تکلیف کے اور نیک کاموں کے سختی کے یقین ہی جانو تم بچائے جاؤ گے تمہارے واسطے نجات ایسی تحقیق اور بیشک ہے جیسی مسیح کے واسطے ہاں گناہ کرو اور خوب دلیری سے گناہ۔ فقط ایمان رکھو اور اگرچہ ایک دن میں ہزار دفعہ حرامکاری یا خون کرو صرف ایمان رکھو کہتا ہوں میں تمہارا ایمان تم کو بچا دیگا۔ (دیکھو پادری بیڈلی صاحب کتاب ترجمۂ طامس انگلس مطبوعہ ۱۸۵۱ء کے صفحہ ۲۳) اس سے ظاہر ہے کہ لوتھر مارٹین کے فرمانے کے بموجب احکام خداوندی سے عیسائیوں کو کیسی آزادی حاصل ہوئی جو دن رات گناہوں میں غرقاب ہو کر بھی نجات اخروی سے ناامید نہیں ہوتی اور یہ تعلیم آزادی بخش لوتھر صاحب کی میاں پولوس کی تعلیم مندرجہ خط رومیوں باب ۳۔ آیت ۲۸ کا لب لباب ہے چنانچہ پولوس صاحب فرماتے ہیں۔ کیونکہ ہم نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ آدمی ایمان ہی سے بے اعمال شریعت کے راستباز ٹھیرتا ہے

یعنی اعمالوں کی کچھ حاجت نہیں صرف ایمان ہی سے راستبازی حاصل ہو سکتی ہے میاں پولوس اور لوتھر مارٹین کی تعلیم کا تمام یورپ میں جو کچھ اثر ہؤا ہے میری زبان زیب نہیں دیتی جو میں بیان کروں ناظرین اخبار آیرش ٹائمس مورخہ ۱۲۔ اگست ۱۸۸۰ء مطبوعہ ڈبلن اور اخبار اودہ نولکشور نمبر ۲۶ جلد ۱۳ مطبوعہ ۱۷۔ نومبر ۱۸۸۱ء کے صفحہ ۱۲۴۰ کا ملاحظہ فرمائیں ہر دو اخبارات میں یورپ کی اس کثرت سے زناکاری اور شراب نوشی اور دیگر بدتہذیبیاں بیان ہوئی ہیں کہ کچھ حد و شمار نہیں یہ تمام خرابیاں صرف مسئلہ کفارہ کی بدولت پیدا ہوئی ہیں کیونکہ مسئلہ کفارہ کے قائل ضرور اپنے خیال خام میں یہ بات ٹھان لیتے ہیں کہ ہمارے گناہوں کی خاطر جب مسیح مصلوب ہو کر تین دن رات عذاب دوزخ بھگت چکے ہیں تو ہم کو کیا خوف ہے مگر ہمارے نزدیک مسئلہ کفارہ ثابت نہیں جیسا کہ ذیل کے بیان سے واضح ہے ◆

(۱) حضرت حزقیل بموجب حکم رب جلیل اپنی کتاب کے باب ۱۸ آیت ۲۰ میں فرماتے ہیں کہ وہ جان جو گناہ کرتی ہے سو ہی مریگی بیٹا باپ کی بدکاری کا بوجھ نہیں اٹھاویگا اور نہ باپ بیٹے کی بدکاری کا بوجھ اُٹھاویگا صادق کی صداقت اُسی پر ہوگی اور شریر کی شرارت اُسی پر پڑیگی۔ اُسی کتاب کے اسی باب کی ۴ آیت میں ہے وہ جان جو گناہ کرتی ہے سو ہی مریگی۔ پھر کتاب استثنا باب ۲۴ آیت ۱۶ میں ہے ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب مارا جائیگا۔ یرمیاہ باب ۳۱ آیت ۳۰ میں ہے ہر ایک اپنی بدکاری کے سبب مریگا۔ تواریخ دوم باب ۲۵ آیت ۴ میں ہے ہر ایک آدمی اپنے گناہ کے لئے مارا جاوے اب کیونکر ہو سکتا ہے کہ خداوند کریم اپنے حکم قدیم کے خلاف لوگوں کے گناہوں کی خاطر حضرت مسیح پر عذاب دوزخ روا رکھے جب باپ بیٹے کی خاطر یا بیٹا باپ کی خاطر مارا نہیں

جائیگا تو مسیح خلاف حکم خداوندی کیونکر کفارہ ہو سکتے ہیں۔ (۲) کتاب اول سموئیل باب ۲ آیت ۳ میں لکھا ہے کیونکہ خداوند دانش کا خدا ہے اور اعمال اسکے آگے تولے جاتے ہیں۔ دیکھئے بندگان خدا کے جب اعمال تولے گئے کمتی اور بڑھتی پر جو کچھ نتیجہ ہوگا وہ ظاہر ہے پھر کفارہ کس کام (۳) کتاب مکاشفات باب ۲۰ آیت ۱۲ میں لکھا ہے پھر میں نے دیکھا مردے کیا چھوٹے کیا بڑے خدا کے حضور کھڑے ہیں اور کتابیں کھولی گئیں اور ایک دوسری کتاب جو زندگی کی ہے کھولی گئی اور مردوں کی عدالت جس طرح سے ان کی کتابوں میں لکھا تھا انکے اعمال کے مطابق کی گئی۔ ناظرین با انصاف غور فرمائیں کہ جب ہر ایک شخص کی جزا اور سزا اعمال ہی پر منحصر ٹھیری تو پھر کفارہ خود بخود بیکار ہو گیا ایسا ہی آیات ذیل سے بھی کفارہ باطل ہے۔ (۱) کتاب یرمیاہ باب ۲۵ آیت ۱۴ میں ہے بھی میں ان سے انکے اعمال کے موافق اور ان کے ہاتھوں کے کاموں کے مطابق بدلا لونگا۔ (۲) زبور ۶۲ آیت ۱۲ میں ہے اے خداوند کہ تو ہر شخص کو اسکے عمل کے مطابق بدلا دیتا ہے +

اصل تمام گناہوں کے تین گناہ ہیں ایک فطرتی۔ دوم حق اللہ کا ادا نہ کرنا۔ سوم حق العباد کا ادا نہ کرنا۔ جیسا کہ تمہید میں لکھا گیا۔ اب ہم کفارے کے قائلوں کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ آیا حضرت مسیح جو تمہارے عقیدے کے بموجب کفارہ ہوئے تو کس قسم کے گناہوں کی خاطر کفارہ ہوئے اگر ارشاد ہو کہ فطرتی گناہ کی خاطر حضرت مسیح کفارہ ہوئے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ فطرتی گناہ لائق مواخذہ اخروی کے نہیں ہیں دلیل اس پر یہ ہے کہ یہ گناہ فطرتی لائق مواخذہ اخروی کے ہوتے تو حضرت نوح علیہ السلام مع اہل بیت طوفان سے نجات نہ پاتے کیونکہ بموجب عقیدے تمہارے اس فطرتی گناہ سے حضرت نوح علیہ السلام بری

ہیں بچے دوسرے عیسائیوں کے سوا اور مذاہب کے شیر خوار لڑکے اور
لڑکیاں جو حالت شیر خواری میں مرجاتی ہیں اور بموجب عقیدے تمہارے
فطرتی گناہ میں ملوث ہوتے ہیں آیا اُنکو بسبب فطرتی گناہ کے سزا جہنم
ہوگی یا نہیں اگر فرمائیں کہ سزائے جہنم ہوگی تو یہ عین ظلم ہے کہ گناہ تو کریں
حضرت آدم اور مارے جائیں نہ کردہ گناہ شیر خوار بچے اگر تمہارا خدا ایسا ہی
نا انصاف ہے تو ایسے خدا کو ہم دور ہی سے سلام کرتے ہیں دوم گناہ حق اللہ
جل شانہ جیسے بت پرستی یا گسالہ پرستی وغیرہ جس کا ذکر کتاب استثنا باب ۹
وغیرہ میں موجود ہے وہ گناہ بذریعہ شفاعت انبیاء علیہ السلام معاف ہوسکتا
ہے چنانچہ گناہ حق اللہ جل شانہ میں شفیع ہونا حضرت موسےٰ علیہ السلام کا کتاب
گنتی باب ۱۴ آیت ۱۹ میں صاف لکھا ہے اب تو اپنی رحمت کی فراوانی سے
اس اُمت کے گناہ بخشدے جیسا تو مصر سے لیکے یہاں تک بخشتا رہا ہے حضرت
موسےٰ علیہ السلام کے جواب میں خداوند کریم نے فرمایا میں نے تیرے کہے سے بخشے
اور ایسی کتاب ایضاً باب ۱۲ آیت ۱۳ اور کتاب استثنا باب ۹ آیت ۱۹
سے ۲۲ تک حضرت موسےٰ علیہ السلام کی شفاعت کا ذکر موجود ہے علاوہ ازیں
فرعون جیسا کافر بھی آپ کی شفاعت کا قائل ہے دیکھو کتاب خروج باب ۸
آیت ۸۔ دیکھئے جب گناہ حق اللہ جل شانہ بذریعہ شفاعت انبیاء علیہ السلام
معاف ہوسکتے ہیں تو پھر حضرت مسیح کا اپنی جان دینا آپکے مراتب میں سخت
نقص لازم آتا ہے کیونکہ عبد بن عبد یعنی حضرت موسےٰ علیہ السلام تو گناہ
حق اللہ تعالےٰ میں شفاعت کو کام میں لائیں اور ابن اللہ یعنی حضرت مسیح
کی زبانی شفاعت قبول نہو جان دینے کے بغیر گناہ گاروں کی بخشش نہ ہو
اے حضرات خدا کے بیٹے سے تو عبد بن عبد ہی اچھے رہے سوم گناہ حق العباد

اس گناہ حق العباد کے بارے میں خود حضرت عیسےٰ علیہ السلام اپنی زبان مبارک سے انجیل متی باب ۵ آیت ۲۶ میں فرماتے ہیں میں تجھے سچ کہتا ہوں کہ جب تک تو کوڑی کوڑی ادا نہ کرے وہاں ہرگز نہ چھوٹیگا یعنی ضرور ہر ایک حق دار کا حق ادا کرنا ضروری ہے کیونکہ حق العباد میں عدالت کا ہونا لازمی امر ہے چونکہ خداوند تعالےٰ کی ذات پاک عادل ہے اسلئے حضرت عیسےٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کوڑی کوڑی ادا کرنا واجب الامر ہے اور بدون معافی صاحب حق کے وہاں ہرگز چھٹکارہ نہیں ہوسکتا اور کتاب اول سموئیل باب ۲ آیت ۲۵ میں مذکور ہے اگر ایک انسان دوسرے انسان کا گناہ کرے تو منصف اس کا انصاف کریگا دیکھئے اگر کوئی انسان گناہ حق العباد میں معروف ہوگا تو اُسکا انصاف ضرور ہوگا اگر حق العباد میں انصاف نہو تو صفت عدل خداوندی معطل اور بیکار ٹھیرتی ہے اور جو مسئلہ صفات خداوندی کو معطل اور بیکار قرار دے وہ مسئلہ ہرگز خداوند تعالےٰ کی جانب سے نہیں ہوسکتا پس معلوم ہوا کہ حق العباد میں بسبب عدل خداوندی کے کفارے کی ضرورت ہی نہیں الغرض تینوں قسموں کے گناہوں کی خاطر مسیح کے کفارے کی حاجت نہیں جب چوتھی قسم گناہوں کی عیسائی ثابت کرینگے تو پھر مسیح کو صلیب پر چڑھائیں اور کفارہ کفارہ گاتے پھریں +

دعا بجناب باری

خداوند شکر تیرے احسان کا جو تیرے فضل و کرم سے یہ رسالہ تمام ہوا اور جس طرح میں نے خلوص نیتی سے یہ رسالہ تحریر کیا ہے تو اپنے کمال فضل و کرم سے اسکو مقبولیت بخش اور اسکی سچائی عیسائیوں کے دلوں پر کھول کہ وے تیرے گروہ انبیاء پاک کو معصوم جانیں اور اپنے رویہ اور طریقے کو انبیاء علیہ السلام کے چال چلن سے درست کریں اور تیرے خاص حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاویں اور صدق دل سے اقرار کرکے اپنی زبان سے کہیں اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ آمین ثم آمین + تمام شد ط